تنظیم اسلامی کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

41

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
30 واں سال

26 ربیع الاوّل تا 3 ربیع الثانی 1443ھ/ 2 تا 8 نومبر 2021ء

اِسلامی معاشرہ اور جاہلی معاشرہ؟

اسلام صرف دو قسم کے معاشروں کو جانتا ہے۔ ایک اسلامی معاشرہ اور دوسرا جاہلی معاشرہ۔ اسلامی معاشرہ وہ ہے جس میں انسانی زندگی کی زمامِ قیادت اسلام کے ہاتھ میں ہو۔ انسانوں کے عقائد و عبادات پر، ملکی قانون اور نظامِ ریاست پر، اخلاق و معاملات پر غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو پر اسلام کی عملداری ہو۔ جاہلی معاشرہ وہ ہے جس میں اسلام عملی زندگی سے خارج ہو۔ نہ اسلام کے عقائد و تصورات اُس پر حکمرانی کرتے ہوں، نہ اسلامی اقدار اور ردّ و قبول کے اسلامی پیمانوں کو وہاں برتری حاصل ہو، نہ اسلامی قوانین و ضوابط کا سکہ رواں ہو اور نہ اسلامی اخلاق و معاملات کسی درجہ فوقیت رکھتے ہوں۔

اسلامی معاشرہ وہ نہیں ہے جو ''مسلمان'' نام کے انسانوں پر مشتمل ہو، مگر اسلامی شریعت کو وہاں کوئی قانونی پوزیشن حاصل نہ ہو۔ ایسے معاشرے میں اگر نماز روزے اور حج کا اہتمام بھی موجود ہو، تو بھی وہ اسلامی معاشرہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے احکام اور فیصلوں سے آزاد ہو کر اپنے مطالبۂ نفس کے تحت اسلام کا ایک جدید ایڈیشن تیار کر لیتا ہے، اور اُسے — برسبیلِ مثال— ''ترقی پسند اسلام'' کے نام سے موسوم کرتا ہے!

جادہ و منزل
سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل
سیاسی عدم استحکام (2)

12 ربیع الاوّل اور سچے اُمتی (I)

مہنگائی: کیوں اور کب تک؟

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ

رختِ سفر

Powell: Hero or global war criminal?

الھدیٰ (959)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

ہر نبی کے دشمن گزرے ہیں

سُوْرَۃُ الفُرْقان ﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ آیت : 31

وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ؕ وَ کَفٰی بِرَبِّکَ ہَادِیًا وَّ نَصِیۡرًا ﴿۳۱﴾

آیت : ۳۱ ﴿وَ کَذٰلِکَ جَعَلۡنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا مِّنَ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ؕ﴾ ’’اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بنا دیے مجرموں میں سے۔‘‘

یہ مضمون سورۃ الانعام کی آیت 112 میں بھی آچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی آزمائش کے لیے ضروری سمجھتے ہیں کہ ان کی مخالفت کی بھٹی خوب گرم ہو‘ ان کے خلاف کشمکش اور تصادم کا ماحول بنے اور باطل کے مقابلے میں انہیں عملی طور پر میدانِ کارزار میں اترنا پڑے تاکہ کھرے اور کھوٹے کی پہچان ہو اور ایمان کے سچے دعوے دار نکھر کر سامنے آجائیں۔ ورنہ اگر ٹھنڈی سڑک پر چہل قدمی کرتے ہوئے جنّت تک پہنچنا ہو تو کوئی بھی اس سعادت میں پیچھے نہیں رہے گا۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے: ((حُجِبَتِ النَّارُ بِالشَّھَوَاتِ وَحُجِبَتِ الْجَنَّۃُ بِالْمَکَارِہِ)) (صحیح بخاری) یعنی جہنّم کو انسان کے مرغوباتِ نفس سے ڈھانپ دیا گیا ہے‘ جبکہ جنّت کو ایسی چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے جو انسان کو ناپسند اور ناگوار ہیں۔

حق کے راستے پر چلتے ہوئے انسان کو طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانا پڑتی ہیں‘ مصائب جھیلنے پڑتے ہیں اور کٹھن آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس مضمون کو سورۃ البقرۃ‘ آیت ۱۵۵ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: ﴿وَلَنَبۡلُوَنَّکُمۡ بِشَیۡءٍ مِّنَ الۡخَوۡفِ وَالۡجُوۡعِ وَنَقۡصٍ مِّنَ الۡاَمۡوَالِ وَالۡاَنۡفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ﴾ ’’اور ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں کسی قدر خوف سے‘ بھوک سے اور جان و مال اور فصلوں کے نقصان سے‘‘۔ مصیبتوں اور آزمائشوں کی اس چھلنی کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو چھانٹ کر الگ کر لیتا ہے جو جنّت کی قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہوں اور پھر ان لوگوں سے جنّت کا سودا کرتا ہے: ﴿اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَاَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ﴾ (التوبۃ:111) ’’یقیناً اللہ نے خرید لی ہیں اہل ایمان سے ان کی جانیں بھی اور ان کے مال بھی اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنّت ہے۔‘‘

﴿وَ کَفٰی بِرَبِّکَ ہَادِیًا وَّ نَصِیۡرًا ﴿۳۱﴾﴾ ’’اور کافی ہے آپؐ کا رب ہدایت دینے والا اور مدد دینے والا۔‘‘

جو شخص ہدایت کا طلب گار ہو اُسے اللہ ہدایت بھی دیتا ہے اور پھر اس راستے پر چلانے کے لیے اُس کی مدد بھی کرتا ہے۔

فرمان نبویؐ

دینداری......معیار نکاح

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِھَا وَلِحَسَبِھَا وَلِجَمَالِھَا وَلِدِیْنِھَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ)) (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’عورت سے لوگ چار اغراض سے نکاح کرتے ہیں: مال و دولت کی وجہ سے یا حسب و نسب کی وجہ سے یا حسن و جمال کی وجہ سے یا دین و اخلاق کی وجہ سے۔ (پس تم سب سے آخری بات یعنی) دیندار عورت کو اختیار کرو۔ اگر ایسا نہ کرو تو تمہارے ہاتھوں کو مٹی لگے۔ (یعنی کسی وقت ندامت و پریشانی سے دوچار ہونا پڑے۔)‘‘

تشریح: شادی بیاہ کے اندر کفایت کے مسئلے میں یہ حدیث اصول کا درجہ رکھتی ہے۔ شادی بیاہ میں اکثر لوگ ان چار چیزوں کی طرف دیکھتے ہیں۔ دینداری لوگوں کے نزدیک سب سے آخر میں ہوتی ہے۔ جبکہ اسلام دینداری اور خوش اخلاقی کو باقی چیزوں پر ترجیح دیتا ہے۔ لہٰذا رشتے کے انتخاب میں دین کو ترجیح دینی چاہیے۔

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاکستان کے داخلی اور خارجی مسائل

سیاسی عدم استحکام (2)

سیاسی عدم استحکام پاکستان کا ایک اور بڑا مسئلہ ہے۔ اگرچہ ظاہراً یہ داخلی مسئلہ ہے لیکن یہ پاکستان کو خارجی سطح پر بھی بہت بُری طرح متاثر کرتا ہے۔ داخلی سطح پر سیاسی عدم استحکام کی پہلی اور سب سے بڑی وجہ تو ہمارے سیاست دانوں کا Immature ہونا یعنی سیاسی نابالغ پن یا ناپختگی ہے۔ پھر سیاست میں موروثیت کا درآنا ہے۔ دوسری وجہ مقتدر حلقوں صحیح تر الفاظ میں فوج کی سیاست میں دخل اندازی اور اپنے دائرہ کار سے تجاوز ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ہماری عدلیہ نظریاتی تو کبھی نہ ہو سکی لیکن اُس نے نظریہ ضرورت کا بے دریغ استعمال کیا۔ علاوہ ازیں اُنھیں Judicial activism کا شوق بھی چراتا ہے۔ عدالتیں انتظامی معاملات میں مداخلت کرتی ہیں۔ جس سے سیاسی نظام درہم برہم ہوتا ہے۔ چوتھی وجہ خود عوام ہیں وہ اپنے نمائندوں کا انتخاب قومی مفاد کو مدنظر رکھ کر نہیں کرتے بلکہ ذات و برادری یا اس حوالے سے اپنے چھوٹے چھوٹے ذاتی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہ بات سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ ہم قومی سطح پر اقتدار کی اندھا دھند حرص اور لالچ رکھتے ہیں جسے موقع ملتا ہے وہ تمام تر قوت کو اپنی ذات میں مرتکز کرنا چاہتا ہے۔ ہم پاکستان کی پون صدی کی تاریخ سے مختصر ترین الفاظ میں چند مثالیں دیں گے کہ کس طرح ہم مندرجہ بالا وجوہات کی بناء پر ملکی سطح پر سیاسی لحاظ سے عدم استحکام کا شکار ہوئے۔

1947ء سے 1951ء کا عرصہ کسی حد تک خیریت سے گزرا۔ 16 اکتوبر 1951ء کو پاکستان کے پہلے وزیراعظم لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ قریب کھڑے کسی پولیس آفیسر نے گولی مار کر قاتل کو بھی مار دیا گویا یہ سب کچھ طے شدہ منصوبہ بندی کے تحت ہوا، یعنی کوئی اقتدار کی من مانی تبدیلی چاہتا تھا۔ آج تک قاتل کا سراغ نہ لگ سکا یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی بڑی خفیہ قوت لیاقت علی خان کے قتل میں ملوث تھی۔ خواجہ ناظم الدین جو اُس وقت گورنر جنرل تھے اُنھیں وزیراعظم بنا دیا گیا اور ایک ICS بیوروکریٹ غلام محمد کو گورنر جنرل بنا دیا گیا۔ پاکستان کا آئین تو ابھی بنا نہیں تھا گورنر جنرل اور وزیراعظم میں اقتدار کی رسہ کشی شروع ہوئی۔ گورنر جنرل نے وزیراعظم کو برطرف کر دیا۔ بعدازاں قومی اسمبلی بھی توڑ دی گئی۔ سپیکر مولوی تمیز الدین نے سندھ ہائی کورٹ سے رجوع کیا جس نے گورنر جنرل کی ساری کارروائی کو غیر قانونی قرار دے دیا۔

گورنر جنرل نے سپریم کورٹ میں اپیل کی اور عدالت عظمیٰ میں پہلی مرتبہ چیف جسٹس آف سپریم کورٹ جسٹس منیر کی سرکردگی میں نظریہ ضرورت استعمال ہوا اور گورنر جنرل کا حکم بحال کر دیا گیا۔

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: **اقتدار احمد** مرحوم

26 ربیع الاوّل تا 3 ربیع الثانی 1443ھ — جلد 30
2 تا 8 نومبر 2021ء — شمارہ 41

مدیر مسئول: **حافظ عاکف سعید**
مدیر: **ایوب بیگ مرزا**
ادارتی معاون: **فرید اللہ مروت**

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، **طابع**: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 15 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 600 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

گورنر جنرل غلام محمد پر فالج کا حملہ ہوا ٹ اب وہ نہ خود اپنے قدموں پر کھڑے ہو سکتے تھے نہ صحیح طور پر بول سکتے تھے۔ لیکن ایک جملہ بار بار دہراتے تھے: ’’اقتدار نہیں چھوڑوں گا۔‘‘

خواجہ ناظم الدین کی برطرفی کے بعد محمد علی بوگرہ کو وزیر اعظم بنا دیا گیا وہ اس وقت امریکہ میں پاکستان کے سفیر تھے، وقت کی اسمبلی نے اُنھیں بلاحیل وحجت قبول کرلیا۔ غلام محمد کے بعد سکندر مرزا جو ریٹائرڈ میجر جنرل تھے، وہ گورنر جنرل بنا دیے گئے۔ گویا یہ فوجی سطح پر اقتدار میں پہلی انٹری تھی۔ اُس دور میں چودھری محمد علی پاکستان کے وزیر اعظم بنے۔ اُن کو زبردست کریڈٹ جاتا ہے کہ اُنھوں نے پاکستان کو اچھا متوازن آئین دیا۔ آئین کے مطابق سکندر مرزا پاکستان کے پہلے صدر بنے اور پاکستان تختِ برطانیہ سے الگ ہو گیا۔ لیکن پاکستان کو آئین دینے والے وزیر اعظم چودھری محمد علی کو صرف ایک سال بعد فارغ کر دیا گیا۔ وہ بانی پاکستان کے قریبی ساتھی تھے اور بہت اچھی شہرت کے حامل تھے۔ اِس دوران پاکستان کی سیاست میں ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ ایک نئی پارٹی ’’ری پبلکن پارٹی‘‘ کے نام سے راتوں رات وجود میں آئی اور اسمبلی کی اکثریت اِس نئی پارٹی میں منتقل ہوگئی لہٰذا اِس نئی پارٹی نے حکومت بنائی۔ اِس موقع پر بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لعل نہرو نے پاکستان کے سیاسی عدم استحکام پر توہین آمیز طنز کیا اور کہا ’’میں اتنے کپڑے نہیں بدلتا جتنی پاکستان میں حکومتیں بدلتی ہیں۔‘‘

1956ء کے نئے آئین کے بعد انتخابات کا مرحلہ آنے لگا تو مغربی پاکستان کی اشرافیہ نے ایک اور غیر ذمہ دارانہ قدم اُٹھایا۔ یہ محسوس کیا گیا کہ اگر ایک آدمی ایک ووٹ کی بنیاد پر انتخابات ہوئے تو مشرقی پاکستان کی نشستیں مغربی پاکستان سے زیادہ ہوں گی کیونکہ وہاں آبادی زیادہ ہے، لہٰذا مغربی پاکستان کے تمام صوبے ختم کر دیے گئے اور مغربی پاکستان کو ون یونٹ بنا دیا گیا اور ملک کے دونوں حصوں کو مساوی نشستیں دیے جانا طے کر دیا گیا۔ درحقیقت مغربی پاکستان کے سیاست دان ہر حالت میں اقتدار پر اپنا قبضہ رکھنا چاہتے تھے۔ 1958ء میں فیروز خان نون پاکستان کے وزیر اعظم بنے تو اُنھوں نے ایک خوفناک غلطی کا ارتکاب کیا۔ جنرل ایوب خان جو فوج کے کمانڈر ان چیف تھے، اُنھیں کابینہ میں وزیر دفاع مقرر کر دیا۔ یہ اُس بدو جیسی حرکت تھی جس نے اونٹ کو اپنے خیمے میں اگلے پاؤں رکھنے کی اجازت دے دی تھی۔ اونٹ بالآخر خیمہ میں گھس گیا اور بدو کو نکال باہر کیا۔ یہی کچھ ان ناپختہ سیاست دانوں نے پاکستان کے آرمی چیف کو سیاسی حکومت کا وزیر دفاع بنا کر کیا۔ اکتوبر 1958ء میں ایوب خان نے ملک میں مارشل لاء لگا دیا اور وہ متفقہ آئین جو نو سال کی زبردست کوششوں سے بنا تھا اُسے منسوخ کر دیا۔ یہ ایک فوجی طالع آزما کا انتہائی غیر قانونی اور غیر آئینی قدم تھا لیکن یہ بھی فیروز خان نون کی سیاسی حکومت کے انتہائی احمقانہ قدم کا نتیجہ تھا۔ سیاست دانوں نے ایک بار پھر خود کو Immuture ثابت کیا۔

گیارہ سال پاکستان کے عوام خاکی وردی اور بھاری بوٹوں تلے دبے رہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ان گیارہ سالوں میں ملک میں صنعتیں لگائی گئیں، پاکستان کی مالی حالت بہتر ہوئی، لیکن اعتماد کا ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ مشرقی اور مغربی پاکستان میں ایک دوسرے کے خلاف نفرتیں اپنی انتہا کو پہنچ گئیں۔ قیام پاکستان کے 23 سال بعد 1970ء میں پاکستان کے پہلے عام انتخاب کا انعقاد ہوا۔ مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمٰن کی عوامی لیگ نے انتخابات سویپ کیے۔ مغربی پاکستان میں بھٹو کی جماعت پاکستان پیپلز پارٹی کامیاب ہوئی۔ لیکن فوجی حکمران کی حرصِ اقتدار اور سیاست دانوں کی ناپختگی اور کج فہمی نے اقتدار منتقل نہ ہونے دیا جس کا ازلی دشمن بھارت نے بھرپور فائدہ اُٹھایا اور پاکستان شکست وریخت کا شکار ہوکر دولخت ہوگیا۔ کاش ذوالفقار علی بھٹو اور شیخ مجیب الرحمٰن سیاسی اتحاد بنا کر اور متحد ہوکر فوجی طالع آزما یحییٰ خان کے اقتدار کی حرص کا مقابلہ کرتے تو آسانی سے اُسے نکال باہر کر سکتے تھے۔ بعد میں مذاکرات سے اپنے اختلافات کو ختم کر لیتے تو شاید یہ ذلت آمیز شکست نہ ہوتی۔ لیکن سیاست دانوں نے ایک بار پھر اپنے آپ کو Immuture ثابت کیا اور نقصان قوم کا ہوا۔

1977ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف تحریک چلی تو جماعتِ اسلامی اور عبدالولی خان کی نیشنل عوامی پارٹی ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے، گویا نظریاتی سیاست دفن ہوگئی۔ صرف ایک شخصیت یعنی بھٹو کی مخالفت مقصود تھی۔ درحقیقت یہ اینٹی بھٹو تحریک تھی لیکن مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا فائدہ اُٹھانے کے لیے اِسے نظام مصطفیٰ ﷺ تحریک کا نام دے دیا گیا جونہی بھٹو حکومت ختم ہوئی تحریک بھی ختم ہوگئی۔ سیاست دان پھر کسی اور کے لیے استعمال ہوئے تحریک کے دوران عوام کا حد درجہ مالی اور جانی نقصان ہوا۔ ذوالفقار علی بھٹو کا فوج نے تختہ اُلٹ دیا۔ گویا سیاست دان کی حکومت کے خاتمے اور ایک فوجی آمر کو اقتدار میں لانے کے لیے ایک بار پھر سیاست دان وجہ بنے۔ فوجی آمر جنرل ضیاء الحق نے گیارہ سال حکومت کی کسی سیاست دان کے ہاتھ کچھ نہ لگا۔

(جاری ہے)

12 ربیع الاوّل اور سچے اُمتی (I)

(سورۃ الاعراف کی آیت 157 کی روشنی میں)

جامع مسجد شادمان ٹاؤن کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ کے 15 اکتوبر 2021ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

ماہ ربیع الاوّل کی مناسبت سے ہم ان شاء اللہ سورۃ الاعراف کی آیت 157 کا مطالعہ کریں گے۔ اس مقام پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی آمد کی شان بیان کی، پھر آپ ﷺ کے تین فرائض کا ذکر فرمایا ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ سچے اُمتی کون ہیں؟ فرمایا:

’’جو اتباع کریں گے رسولِ نبی اُمی (ﷺ) کا اسے پائیں گے وہ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں وہ انہیں نیکی کا حکم دیں گے، تمام برائیوں سے روکیں گے اور ان کے لیے تمام پاک چیزیں حلال کر دیں گے اور حرام کر دیں گے ان پر ناپاک چیزوں کو، اور ان سے اتار دیں گے ان کے بوجھ اور طوق جو ان (کی گردنوں) پر پڑے ہوں گے۔ تو جو لوگ آپ (ﷺ) پر ایمان لائیں گے اور آپ (ﷺ) کی تعظیم کریں گے اور آپ کی مدد کریں گے اور پیروی کریں گے اُس نور کی جو آپ ﷺ کے ساتھ نازل کیا جائے گا وہی لوگ ہوں گے فلاح پانے والے۔‘‘

اس مقام پر پہلا تقاضا اتباع آرہا ہے۔ اُمت کا رسول ﷺ کو مان لینا کافی نہیں ہے بلکہ رسول ﷺ کا حکم ماننا بھی ضروری ہے۔ ماننے کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو بھی حکم رسول اللہ ﷺ دیں اس پر عمل لازم ہے اور جس کام سے روک دیں اس سے رک جانا بھی لازم ہے۔ اور ایک اطاعت کا میدان ہے جو حکم سے آگے کے درجے کی شے ہے کہ اپنے پیغمبر ﷺ کی ایک ایک سنت کی حتی الامکان پیروی کی کوشش کی جائے۔ پھر یہ اتباع کا میدان پوری زندگی پر پھیل جاتا ہے۔ چاہے اپنی ذاتی زندگی ہو، معاملات ہوں، گھریلو زندگی ہو، ان سارے پہلوؤں کے اعتبار سے اُمتی کے لیے اطاعت کا دائرہ کار وسیع ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک مرد اگر باپ ہے تو اس میدان میں بھی وہ حضور ﷺ کی پیروی کی کوشش کرے، شوہر ہے تو نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرے، معلم یا تاجر ہے تو آپ ﷺ کی پیروی کرے۔ حتیٰ کہ ہر شعبہ میں آپ ﷺ کی پیروی کی جائے۔ تب وہ اللہ کا بندہ بن سکتا ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا: ’’مومن وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آئے۔‘‘ (جامع ترمذی) یعنی مومن تو وہ ہے جسے دیکھ کر اللہ یاد آئے لیکن اُمتی وہ ہے

مرتب: ابو ابراہیم

جسے دیکھ کر محمد مصطفی ﷺ یاد آئیں۔ اس آئینے میں ہم سب اپنا اپنا جائزہ لے سکتے ہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ آج ہماری گفتگو، اخلاق وکردار، معاملات، رخِ زندگی، ہماری محنت وکوشش، ہماری فکروں اور ٹینشن کو دیکھ کر لگتا ہے کہ ہم محمد مصطفی ﷺ کے اُمتی ہیں؟ اگر ہاں! الحمدللہ رب العالمین۔ اگر نہیں تو مہلت کسی وقت بھی ختم ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہم سچا اُمتی بننے کی کوشش کریں۔

دوسرا لفظ اُمی آیا ہے۔ عربی زبان میں اُمی اُسے کہتے ہیں جو معروف معنی میں پڑھا نہ ہو۔ اس کی جمع اُمیین ہے۔ قرآن حکیم میں اہل کتاب کے مقابلے میں عربوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے کیونکہ اہل کتاب کے ہاں تو صدیوں سے کتابوں کا اور پیغمبروں کا سلسلہ جاری تھا اور علم ہدایت اور علم وحی ان کے پاس موجود تھا۔ لیکن عربوں میں صدیوں سے یہ سلسلہ منقطع رہا۔ اس پس منظر میں عربوں کے لیے اُمیین کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ اس سے کبھی کبھی پریشانی بھی ہوتی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کے لیے یہ لفظ استعمال ہو رہا ہے حالانکہ آپ ﷺ تو معلم انسانیت ہیں، اللہ کا آخری کلام آپ ﷺ لے کر آئے، انسانیت کو تو آپ ﷺ نے پڑھایا تو اُمی کس معنی میں کہا جا رہا ہے۔ لہٰذا جان لیجیے کہ حضور ﷺ نے باقاعدہ کسی مکتب، مدرسے، محفل یا کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ آپ ﷺ کو براہ راست اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے علم عطا فرمایا۔ اسی لیے یہ قرآن ایک معجزہ ہے۔ کیونکہ دنیا میں آپ ﷺ کا کوئی استاد نہیں تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر سوال اُٹھتا کہ فلاں نے سکھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا دروازہ ہی بند کر دیا اور براہ راست آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سکھایا۔ سورۃ الرحمٰن میں فرمایا:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ ① عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ② خَلَقَ الْاِنْسَانَ ③ ﴾ ’’رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ اُسی نے انسان کو بنایا۔‘‘

یہاں الانسان سے حضور ﷺ بھی مراد ہیں کیونکہ قرآن کس کو عطا کیا گیا؟ حضور ﷺ کو۔ فرمایا:

’’جو اتباع کریں گے رسولِ نبی اُمی (ﷺ) کا اسے پائیں گے وہ لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں‘‘۔

اس آیت سے قبل بنی اسرائیل کا ذکر آیا۔ اسی تناظر میں ان کو بتایا جا رہا ہے کہ محمد مصطفی ﷺ کی آمد کا ذکر، آپ ﷺ کی بشارات، آپ ﷺ کی

علامات کا ذکر تورات اور انجیل میں بھی موجود ہے۔ عقیدے کے لحاظ سے ہم اس تورات کو مانتے ہیں جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوئی اور اس انجیل کو مانتے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل ہوئی۔ تحریف شدہ تورات اور انجیل کو ہم نہیں مانتے۔ لیکن آج ہم یہ آیت کریمہ پڑھ رہے ہیں، قیامت تک یہ آیت کریمہ پڑھی جائے گی اور اللہ حوالہ اس لیے دے رہا ہے کہ تم پاتے ہو اپنے ہاں آپ ﷺ کو لکھا ہوا ان کتب میں۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت تک کچھ آیات تورات میں یا انجیل میں ایسی موجود رہیں گی جن کا حوالہ دے کر ہم اہل کتاب کو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دے سکیں گے۔ آج ہم اکیسویں صدی میں بیٹھے ہیں۔ آج بھی وہ تحریف شدہ انجیل جس کو Old testament and new testament کہتے ہیں اُس میں بھی کچھ آیات ایسی موجود ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بشارات موجود ہیں۔ اس حوالے سے ہمارے مفسرین اور اہل علم نے بہت کام کیا ہے۔ ان کی تفاسیر اور کتابوں کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔ سورۃ الفتح کا ہم مطالعہ کرتے ہیں جہاں صحابہ کرام ؓ کا ذکر ہے: ﴿ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ﴾ (آیت:29) ''یہ ہے ان کی مثال تورات میں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یوں ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے نکالی اپنی کونپل' پھر اس کو تقویت دی' پھر وہ سخت ہوئی' پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی۔''

اگر اللہ کے رسول ﷺ کے صحابہؓ کی مثالیں، اوصاف، علامات تورات اور انجیل میں موجود ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ کی علامات تو بدرجہ اتم موجود ہوں گی۔ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ یروشلم کا چارج لینے گئے تو پادری نے آ کے خود ہی چابیاں حوالے کر دیں۔ کیوں؟ اس لیے حضرت عمرؓ کی جو علامات ان کی کتب میں لکھی ہوئی تھیں وہ ان پادریوں کو حضرت عمرؓ میں نظر آ رہی تھیں۔ ظاہر ہے اگر تحریف شدہ انجیل میں صحابہ کرامؓ کے اوصاف موجود تھے تو رسول اللہ ﷺ کے اوصاف تو اس سے بڑھ کر موجود ہوں گے۔ زیر مطالعہ آیت میں آگے نبی اکرم ﷺ کے تین فرائض یا ذمہ داریوں کا ذکر ہے: ''وہ انہیں نیکی کا حکم دیں گے' تمام برائیوں سے روکیں گے'' (1)۔ حضور ﷺ کا پہلا کام تھا: نیکی کا حکم دینا، بدی سے روکنا۔ اب حضور ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد یہ ذمہ داری اُمت کے کاندھوں پر ہے۔ اُمت کے اس فرض کو قرآن مجید اس شان فرضیت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ تمہیں تو کھڑا ہی اسی کام کے لیے کیا گیا۔ فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ﴾ (آل عمران:110) ''تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کے لیے برپا کیا گیا ہے' تم حکم کرتے ہو نیکی کا'' اور تم روکتے ہو بدی سے اور تم ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔''

اس اُمت کی فضیلت روپے پیسے، جائیداد، کرسی و منصب کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادائیگی کی وجہ سے تھی۔ اُمت یہ فریضہ ادا کرے گی تو وہ خیر اُمت ہے ورنہ اگر اُمتی یہ کام نہیں کر رہا تو وہ امتی کہلانے کا مستحق نہیں۔ بات تلخ ہے مگر حقیقت یہی ہے۔ امام قرطبیؒ اور دوسرے اہل علم حضرات نے بھی بیان فرمایا کہ اگر اُمتی یہ کام نہیں کر رہا ہے تو پھر کاہے کا امتی ہے، کس بات کا امتی ہونے کا وہ دعویٰ کرتا ہے۔ لہٰذا نیکی کا حکم دینا، بدی سے روکنا مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے۔

اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ میں حکم وہاں دے سکتا ہوں جہاں میرا اختیار ہوگا۔ گھر میں حکم دے سکتا ہوں لیکن باہر محلے والوں کو میں حکم نہیں دے سکتا، وہاں دعوت اور تبلیغ کے ذریعے امر بالمعروف کا فریضہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ ہم نیکی کی دعوت تو دیں مگر برائی سے نہ روکیں اس طرح بھی اُمتی ہونے کا فریضہ مکمل ادا نہیں ہوگا۔ اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں:

''تم میں سے جو شخص برائی کو دیکھے وہ اسے اپنے ہاتھ (طاقت) سے بدلے، استطاعت نہ ہو تو دل سے (برا جانے)، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔'' (اربعین نووی)

یعنی ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہے تو برائی کو ہاتھ سے روکے، زبان سے روکنے کی طاقت ہے تو زبان سے روکے، اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو دل میں بُرا جانے۔ یعنی ارادہ رکھے کہ آئندہ طاقت ہوگی تو زبان سے بدلوں گا، ہاتھ سے روکنے کی طاقت ہوگی تو ہاتھ سے روکوں گا۔ اگر دل میں بُرائی کے خلاف یہ ارادہ بھی نہ ہو، برائی کو بُرا بھی نہ سمجھے تو پھر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

آج مغربی نظریات کا اتنا غلبہ ہے کہ اگر کوئی بُرائی کے خلاف بات کرے تو اس کو تنقید کا نشانہ بنانا فیشن بن چکا ہے۔ آج بے حیائی، سودی معیشت، بے پردگی، بیٹیوں کو وراثت سے محروم کرنے کے خلاف بات کرو تو لوگوں کے چہرے بگڑ جاتے ہیں حالانکہ اللہ کا حکم ہے کہ بے حیائی سے روکو، وراثت کے احکامات پر عمل کرو، سود کے دھندے کو چھوڑ دو لیکن اس پر بھی مسلمانوں کے چہرے بگڑ رہے ہیں۔ استغفر اللہ! اسی طرح اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

''قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، (اے مسلمانو!) تم لازماً نیکی کا حکم دو گے اور بدی سے روکو گے، ورنہ اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسا عذاب بھیجے گا کہ پھر تم دعائیں مانگو گے لیکن اللہ تمہاری دعا قبول نہیں کرے گا۔''

آج ہم اسی دور سے گزر رہے ہیں، 70 سالوں سے کشمیر اور فلسطین کے بارے میں ہم دعائیں کر رہے ہیں اور جس کرب سے دوسرے مسلمان گزر رہے ہیں کیا دعائیں کرنے میں کوئی کمی رہی ہے؟ دعائیں قبول کیوں نہیں ہو رہیں؟ وجہ اللہ کے نبی ﷺ نے خود بتا دی کہ تم نے اُمتی ہونے کا فرض نبھانا چھوڑ دیا تو اللہ نے بھی تمہیں چھوڑ دیا۔ لہٰذا یہ اُمت امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے گی تو اس کی دعائیں بھی قبول ہوں گی اور اللہ کی مدد بھی آئے گی۔ اپنے اختیار کے درجے میں ہر اُمتی کا یہ فرض ہے اور یہاں تک کہ مسلم حکمرانوں پر بھی فرض ہے کہ وہ اپنے اختیار اور طاقت کے بل بوتے پر اس فریضہ کو قائم کریں۔ حکمرانوں کا کام شراب کے پرمٹ دینا نہیں ہونا چاہیے۔ 2018ء میں ایک ایسا قانون بنا دیا گیا جس سے ہم جنس پرستی کے راستے کھل سکتے ہیں۔ حکمرانوں کا یہ کام نہیں ہے کہ بے حیائی اور فحاشی کو پروموٹ ہونے کی اجازت دیں یا سود کے دھندے کو جاری رکھنے کی گنجائش دیں اور ان کا اٹارنی جنرل وفاقی شرعی عدالت کے اختیار ہی کو چیلنج کر دے۔ اگر پاکستان جیسے اسلامی نظریاتی ملک میں سود جسے قرآن پاک نے حرام مطلق قرار دیا ہے اس کے خلاف

عدالت کوئی قدم ہی نہیں اُٹھا سکتی تو یہ حکمرانوں کے لیے انتہائی شرمساری کا معاملہ ہے۔ حکمرانوں کی ذمہ داری کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’وہ لوگ کہ اگر انہیں ہم زمین میں تمکّن عطا کر دیں تو وہ نماز قائم کریں گے‘ اور زکوٰۃ ادا کریں گے‘ اور وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔‘‘ (الحج:41)

مساجد قائم کرنا، آئمہ کے وظائف مقرر کرنا، جمعہ اور عیدین کا خطبہ دینا یہ بھی حکمرانوں کا کام ہے۔ لیکن یہاں کہا جاتا ہے کہ جمعہ کی عید آئے گی تو نواز شریف یا عمران خان پر بھاری ہو جائے گی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! جبکہ اللہ یہاں حکم دے رہا ہے کہ حکمران یہ چار کام لازماً کریں۔

1۔ نماز قائم کریں گے۔ قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا پورا نظام قائم کریں گے۔

2۔ زکوٰۃ دیں گے۔ زکوٰۃ وعشر کا بھی ایک پورا نظام ہے جس کو قائم کرنا حکمرانوں کی ذمہ داری ہے۔ زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ اکٹھی کرنا اور سال میں دو مرتبہ عشر اکٹھا کرنا اور پھر اس کو ضرورت مندوں پر خرچ کرنے کا ایک پورا نظام اسلام نے دیا ہے اس پر عمل درآمد کو یقینی بنانا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اس پر تو ہمارے ملک میں بات ہی نہیں ہوتی۔ یہ بڑی بڑی جاگیروں والے قوم کو کچھ دینے کی بجائے صرف لینے کا کام کرتے ہیں۔

3، 4۔ نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا حضور ﷺ کی ذمہ داری تھی۔ اب ختم نبوت کے بعد یہ امت کی ذمہ داری ہے اور یہ اتنی اہم ذمہ داری ہے کہ اس کو علیحدہ سے حکمرانوں کی ذمہ داری کے طور پر بیان کیا گیا۔ یہ ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ دس مرتبہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے۔

ہمارے ہاں ایک عام تصور یہ بھی ہے کہ خیر و نیکی کی میٹھی میٹھی باتیں کرو، لوگ اچھے ہو جائیں گے اور مسئلے ختم ہو جائیں گے۔ سب ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ بظاہر کتنا خوشنما فلسفہ لگ رہا ہے لیکن فرض ادا نہیں ہوتا جب تک کہ آپ بُرائی سے نہیں روکیں گے۔ اسی لیے قرآن میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ساتھ ساتھ بیان کیا گیا۔ نیک اعمال اور ان کے اجر وثواب کی بات کرنا بالکل درست ہے لیکن اتنا ہی بدی کی شناعت اور تباہ کاریوں کو بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ بے پردگی کے حوالے سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دیوث ہے وہ شخص جس کی خواتین بے پردہ باہر گھومتی ہیں۔ یعنی اُس میں غیرت ہی نہیں ہے، حیا ختم ہو چکی ہے۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں۔ ان کو بھی بیان کیا جائے۔ اسی طرح سود کے حوالے سے آپ ﷺ نے فرمایا: گناہ کے اعتبار سے سود کے ستر درجے ہیں اس کا کم تر درجہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے۔ لیکن یہاں دھڑلے کے ساتھ سودی قرضے، سودی دھندے، سود پر ہر بزنس چل رہا ہے۔ لہٰذا جب تک بُرائی کو روکا نہیں جائے گا تو وہ رُکے گی کیسے۔ زیر مطالعہ آیت میں رسول اللہ ﷺ کی تیسری ذمہ داری بیان ہوئی:

’’اور ان کے لیے تمام پاک چیزیں حلال کر دیں گے اور حرام کر دیں گے ان پر ناپاک چیزوں کو‘‘۔

دین نے ایک اصول عطا کیا ہے۔ کچھ چیزیں ہمارے جسم کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں اور کچھ چیزیں ہماری روح کے لیے نقصان دہ ہوتی ہیں۔ دین دونوں اعتبارات سے حرمتیں عطا کرتا ہے۔ البتہ حلت اور حرمت، حلال قرار دینا، حرام قرار دینا یہ اللہ کا حق ہے اور اللہ کے اذن سے رسول اللہ ﷺ کا حق ہے۔ یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ یہ جو انکار سنت کا فتنہ چلتا رہا ہے اس کے نئے نئے شیڈز کبھی کبھار سامنے آتے رہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے: ’’قرآن کافی ہے کسی اور شے کی ضرورت نہیں۔‘‘ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: یاد رکھنا ایک پیٹ بھرا شخص تمہارے سامنے ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ کر کہے گا کہ جو قرآن میں حلال وہ حلال، جو قرآن میں حرام وہ حرام بس اس کے سوا کچھ نہیں۔ لیکن یاد رکھو اللہ نے مجھے قرآن بھی عطا فرمایا اور اس کے جیسا بھی عطا فرمایا۔ قرآن کے علاوہ بھی رسول اللہ ﷺ پر وحی آ رہی ہے اور حضور ﷺ اپنے پاس سے تو کچھ فرما نہیں رہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴﴾ (النجم:3،4) ’’اور یہ (جو کچھ کہہ رہے ہیں) اپنی خواہش نفس سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ یہ تو صرف وحی ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے۔‘‘

اصولی بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحی کی نگرانی میں فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی وحی کی سند اس بات کو حاصل ہے۔ تین مرتبہ حضور ﷺ سے کہلوایا گیا:

﴿اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۹﴾ (الاحقاف:9) ’’میں تو بس اُسی کی پیروی کر رہا ہوں جو میری طرف وحی کی جا رہی ہے‘ اور میں نہیں ہوں مگر ایک کھلا خبردار کر دینے والا۔‘‘

یعنی حضور ﷺ کی زندگی سو فیصد وحی کی تعلیم کے مطابق ہے اور اس کی سند رب کائنات نے عطا فرما دی۔ بقیہ رسولوں کی تعلیمات تو بعد ازاں تبدیل ہو گئیں۔ وہ اصل شکل میں نہیں ہیں۔ حضور ﷺ کی تعلیم اصل شکل میں لکھی ہوئی بھی موجود ہے اور حضور ﷺ کا اسوہ بھی موجود ہے۔ ہم اگر یہ جاننا چاہیں کہ کیا حضور ﷺ نے کوئی ایک کام ایسا زندگی میں کیا ہو وہ بھی ریکارڈ پر آپ کو مل جائے گا۔ دوسری بات قرآن جابجا ذکر کرتا ہے کہ:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (الحشر:7) ’’اور جو کچھ رسولؐ تم لوگوں کو دے دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔‘‘

یہ حلت اور حرمت کا اختیار اللہ نے حضور ﷺ کو دیا۔ بعض صحابہؓ کے واقعات موجود ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ قرآن میں داڑھی کا حکم کدھر ہے تو وہ یہی آیت سناتے تھے۔ اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ قرآن میں گیارہ مرتبہ ارشاد فرما رہا ہے: ﴿وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ﴾ (التغابن:12) ’’اور اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول (ﷺ) کی۔‘‘

اللہ نے مشرکین کے خلاف قتال کا حکم دیا۔ سورۃ التوبہ میں فرمایا:

﴿وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ (التوبہ:29) ’’اور نہ حرام ٹھہراتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ چیزوں کو۔‘‘

اللہ جابجا حضور ﷺ کے تعلق سے بیان کرتا ہے۔ نکتہ سمجھنے کا یہ ہے کہ قرآن حکیم بھی ضروری ہے اور سنت رسول ﷺ بھی ضروری ہے۔ اطاعت الٰہی کے ساتھ اطاعت رسول بھی ضروری ہے۔ اتنا کہ اللہ نے ہم سے ڈائریکٹ معاملہ نہیں رکھا اور رسول ﷺ کو سامنے رکھا ہے اور فرما دیا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ (النساء:80) ’’جس نے اطاعت کی رسول کی اُس نے اطاعت کی اللہ کی۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم ﷺ سے سچی محبت عطا فرمائے، ان پر سچا ایمان عطا فرمائے اور ان کی مبارک تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (جاری ہے)

❁❁❁

11

حضورِ رسالت _ 8 _ (II)

حکیماں را بہا کمتر نہادند
بناداں جلوۂ مستانہ دادند
چہ خوش بختے، چہ خرّم روزگارے
درِ سلطاں بہ درویشے کشادند!

ترجمہ یہاں (مدینہ میں) عقلمندوں کو کم قیمت پہ رکھا جاتا ہے (اور) نادانوں کو مست جلوے عطا کیے جاتے ہیں۔

کیا خوش قسمتی ہے اور کیا خوش و خرم زندگی ہے کہ (میری طرح کے) درویش کے لیے سلطان (رسول اکرم ﷺ) کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔

تشریح آقائے دو جہاں حضرت محمد ﷺ کے ہاں حاضری کے موقع پر ساری دنیا سے مسلمان یہاں جمع ہوتے ہیں۔ یہاں دنیاوی حیثیت اور عقل وخرد کی بنیاد پر پذیرائی نہیں ہوتی بلکہ جذبہ وشوق وجنون کو دیکھ کر مواقع ملتے ہیں۔

دانا اور حکیم انسان یہاں آ کر اپنے اپنے طریق پر اظہارِ عقیدت کرتے ہیں جو عام آدمی کو جذباتی لگاؤ کی کمی محسوس ہوتی ہے جبکہ سادہ لوح اور عوام میں جذبہ فدویت و فدائیت زوروں پر ہوتا ہے وہ مستانہ وار حاضری دیتے ہیں اور ادب واحترام کے ضابطوں میں جکڑے جانے پر دل گرفتہ رہتے ہیں۔

علامہ اقبال کہتے ہیں کہ یہ بات کتنی بڑی خوش بختی اور خوش قسمتی ہے کہ میرے جیسے درویش کے لیے رسالت مآب ﷺ سے ملاقات اور حاضری کے موقع پر آپ ﷺ کی طرف سے عنایات وحوصلوں کو جوان رکھنے والی کیفیت ہے کہ ہم جیسے درویشوں کے لیے آپ ﷺ کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اپنے چاہنے والوں اور حقیقی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والوں کے لیے یہ عنایت حوصلہ افزائی ہے اور دردمند مسلمانوں کو اُمت کے احوال کے بارے میں سوچنا، متفکر ہونا اور اس کی منصوبہ بندی کرنا ایسا اعلیٰ عمل ہے کہ اس بات کی قبولیت بلاشبہ 'از درِ حق بہر استقبال می آید' ___ ایسے بے غرض کاموں کی محنت کی قبولیت اللہ کی طرف سے آگے بڑھ کر شرفِ باریابی عطا کرتی ہے ورنہ ہم جیسے عام انسانوں کی اور اتنی مداراتیں ___ اس کے علاوہ کوئی اور معقول وجہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کو اس پہلو سے اُمت کے مستقبل کے لیے سوچ بچار، مطالعہ، رابطے اور منصوبہ بندی کرنا چاہیے تاکہ دنیا میں بھی کامیابی ہو اور اللہ بھی راضی ہو۔ نیز اللہ کے رسول ﷺ بھی خوش ہوں اس سے بڑا کوئی مبارک کام نہیں۔

حضورِ رسالت _ 8 _ (III)

جہانِ چار سو اندر برِ من
ہوائے لامکان اندر سرِ من
چو بگذشتم ازیں بامِ بلندے
چو گرد افتاد پرواز از پرِ من

ترجمہ و تشریح یہ رباعی ایک مشکل رباعی ہے راقم کے نزدیک بزبان اقبال ہی (کلیات اردو) نظم ساقی نامہ سے درج ذیل انتخاب اس رباعی کی ممکنہ تشریح ہے۔

پلا دے مجھے وہ مے، پردہ سوز ۔۔۔ کہ آتی نہیں فصلِ گل روز روز!
وہ مے، جس سے روشن ضمیرِ حیات! ۔۔۔ وہ مئے جس سے ہے مستیٔ کائنات!
وہ مے جس میں ہے سوز وساز ازل ۔۔۔ وہ مئے جس سے کھلتا ہے راز ازل!
تمدّن، تصوّف، شریعت، کلام ۔۔۔ بتانِ عجم کے پجاری تمام!
حقیقت خرافات میں کھو گئی ۔۔۔ یہ اُمت روایات میں کھو گئی!
مری فطرت آئینۂ روزگار! ۔۔۔ غزالانِ افکار کا مرغزار!
مرا دل، مری رزم گاہِ حیات! ۔۔۔ گمانوں کے لشکر، یقیں کا ثبات!
یہی کچھ ہے ساقی متاعِ فقیر! ۔۔۔ اِسی سے فقیری میں ہوں میں امیر!
فریبِ نظر ہے سکون و ثبات ۔۔۔ تڑپتا ہے ہر ذرّۂ کائنات
ٹھہرتا نہیں کاروانِ وجود ۔۔۔ کہ ہر لحظہ ہے تازہ شانِ وجود
سمجھتا ہے تو راز ہے زندگی ۔۔۔ فقط ذوقِ پرواز ہے زندگی
یہ موجِ نفس کیا ہے؟ تلوار ہے! ۔۔۔ خودی کیا ہے؟ تلوار کی دھار ہے!
خودی کیا ہے؟ رازِ درونِ حیات! ۔۔۔ خودی کیا ہے؟ بیداریٔ کائنات!
خودی کے نگہباں کو ہے زہرِ ناب ۔۔۔ وہ ناں جس سے جاتی رہے اس کی آب
وہی ناں ہے اس کے لیے ارجمند ۔۔۔ رہے جس سے دنیا میں گردن بلند
جہاں اور بھی ہیں، ابھی بے نمود ۔۔۔ کہ خالی نہیں ہے ضمیرِ وجود
ہر اک منتظر تیری یلغار کا ۔۔۔ تری شوخیٔ فکر و کردار کا
یہ ہے مقصدِ گردشِ روزگار ۔۔۔ کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار
تو ہے فاتحِ عالمِ خوب و زشت ۔۔۔ تجھے کیا بتاؤں تری سرنوشت!
حقیقت پہ ہے جامۂ حرف تنگ! ۔۔۔ حقیقت ہے آئینہ، گفتار زنگ!
فروزاں ہے سینے میں شمعِ نفس ۔۔۔ مگر تابِ گفتار کہتی ہے، بس!
اگر یک سرِ موئے برتر پَرم ۔۔۔ فروغِ تجلّی بسوزد پرم!

ایشین ڈویلپمنٹ بینک کی رپورٹ کے مطابق خطے میں سب سے زیادہ مہنگائی پاکستان میں ہے: ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی

عالمی مالیاتی اداروں کی پالیسیز خونی انقلابات کو جنم دیتی ہیں اور یہی کوشش پاکستان میں بھی ہو رہی ہے: ڈاکٹر سید عطاء الرحمان عارف

مشکلات سے نکلنے کے لیے حکومت کو مشکل فیصلے کرنے ہوں گے اور وزراء کو بھی اپنا معیارِ زندگی نیچے لانا ہوگا: حسن صدیق

ہمارا ٹیکس کا نظام انتہائی فرسودہ اور غیر متوازن ہے جس سے مہنگائی، غربت اور بے روزگاری میں اضافہ ہوتا ہے: شاہد الحسن چٹھہ

مہنگائی: کیوں اور کب تک؟ کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: موجودہ دورِ حکومت میں پٹرول اور بجلی سمیت بنیادی انسانی ضروریات کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ دیکھنے میں آیا۔ اگر کہا جائے کہ پاکستان کی تاریخ میں اتنی افراطِ زر کبھی دیکھنے میں نہیں آئی تو یہ غلط نہ ہوگا۔ آپ کے نزدیک اس کی کیا وجوہات ہیں اور کیا اسے موجودہ حکومت کی ناکامی تصور نہیں کیا جانا چاہیے؟

عطاء الرحمان عارف: اگرچہ پاکستان میں افراطِ زر کے ادوار پہلے بھی آئے ہیں اور اس کا تناسب بھی آج سے زیادہ رہا ہے لیکن اتنی بدحالی پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ سٹیٹ بینک کی رپورٹ کے مطابق اس وقت پاکستان میں افراطِ زر کی شرح 8.9 فیصد ہے جبکہ جس وقت پاکستان دولخت ہوا تھا تو اس وقت یہ تناسب 24.3 فیصد تک پہنچ گیا تھا۔ پھر 2008ء میں جب عالمی پریشر تھا تو تب بھی افراطِ زر کی شرح اس سے زیادہ تھی لیکن آج ہماری بدحالی کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ افراطِ زر کو کنٹرول کرنے کی ہماری صلاحیت دن بدن کم سے کم ہوتی جا رہی ہے۔ اگر ہم پٹرول کی قیمت کو دیکھیں تو 2008ء میں زیادہ سے زیادہ 99 ڈالر فی بیرل تک گیا تھا لیکن اس وقت اس کی قیمت 66 ڈالر فی بیرل ہے۔ گویا عالمی پریشر سے زیادہ ہماری اپنی نااہلی آڑے آ رہی ہے۔ ہمیں ڈالر ایکسچینج ریٹ کی وجہ سے بہت زیادہ امپورٹ بل ادا کرنا پڑ رہا ہے جس کی وجہ سے ہماری لوکل قیمتیں یقیناً بہت زیادہ ہیں۔ اس وقت تیل کی قیمتوں سے دنیا کو کنٹرول کیا جا رہا ہے۔ افراطِ زر کو کنٹرول کرنے میں ہماری حکومت کی ناکامی یہ ہے کہ اس نے بروقت منصوبہ بندی نہیں کی یا کر نہیں سکی۔ عالمی پریشر بھی یقیناً ہے اور ہماری حکومتوں کا عالمی اداروں پر انحصار بھی ہے۔ پھر ہماری پالیسیوں میں بھی کوئی تسلسل نہیں رہا۔ پچھلے تین سال میں چار وزرائے خزانہ تبدیل ہوئے، گورنر سٹیٹ بینک ''امپورٹ'' کرنا پڑا۔ حکومت کی توجہ معیشت سے زیادہ سیاسی معاملات میں رہی۔ پھر ہمارے داخلی حالات نے بھی حکومت کو کمزور کرنے میں ایک رول پلے کیا ہے۔ اس حکومت کا مستقل بیانیہ کرپشن کو کنٹرول کرنا تھا۔ چنانچہ اس نے شروع کے ڈیڑھ سال اسی پر فوکس کیے رکھا جس کی وجہ سے معیشت کے حوالے سے درست فیصلے کرنے

مرتب: محمد رفیق چودھری

والا وقت نکل گیا اور اب فیصلے جلد بازی میں ہو رہے ہیں۔ ایک فیکٹر یہ بھی ہے کہ ہماری حکومت جماعتی نہیں بلکہ اتحادی ہے اور اس وجہ سے بھی حکومت کو مشکل فیصلے کرنے میں دقت ہوئی۔

سوال: پاکستانی عوام ملک میں بڑھتی ہوئی کمر توڑ مہنگائی کے ہاتھوں بہت پریشان ہیں لیکن ہمارے وزراء سمیت اعلیٰ حکومتی عہدیدار دوسرے ممالک کی پٹرولیم کی قیمتوں کا تقابلی جائزہ پیش کر کے عوام کو یہ باور کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ پاکستان میں پٹرول کی قیمتیں خطے کے دیگر ممالک سے بہت کم ہیں۔ اس حوالے سے آپ کے پاس کیا حقائق ہیں؟

ڈاکٹر شاھد حسن صدیقی: سیاسی بیانات اپنی جگہ ہیں لیکن حال ہی میں ایشین ڈویلپمنٹ بینک کی رپورٹ آئی ہے۔ اس کے مطابق خطے میں سب سے زیادہ مہنگائی پاکستان میں ہے۔ ہمارے ملک میں شرح نمو خطے میں بیشتر ممالک کے مقابلے میں کم ہے۔ ہماری حکومت اور سٹیٹ بینک نے جو پالیسیاں بنائی ہیں ان کے نتیجے میں مہنگائی، غربت اور بے روزگاری میں لازماً اضافہ ہونا تھا۔ بالخصوص ہماری ٹیکس پالیسی استحصالی ہے۔ پی ٹی آئی نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اقتدار میں آ کر 100 دن میں انصاف پر مبنی ٹیکسوں کی پالیسی نافذ کر دیں گے۔ معیشت کو دستاویزی بنائیں گے، کالے دھن کو سفید ہونے سے روکیں گے اور توانائی کے شعبہ میں اصطلاحات کریں گے کہ گردشی قرضہ پیدا نہ ہو۔ اس سے واقعتاً مہنگائی کم ہوسکتی تھی لیکن اس سے ٹیکس چور اور قومی دولت لوٹنے والے طاقتور طبقے کے مفادات پر ضرب پڑتی تھی۔ لہٰذا اس طبقے کے پریشر کی وجہ سے اس حکومت نے بھی ٹیکسز کا بوجھ عوام پر ہی بڑھا دیا اور بجلی، گیس، پٹرولیم کے نرخ بڑھا دیے، بے تحاشا غیر ملکی قرضے لیے اور ہمارے ہاں مہنگائی بڑھتی چلی گئی۔

ہماری حکومت کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ چونکہ عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں اس لیے پاکستان میں بھی پٹرولیم کی قیمتیں بڑھ رہی ہیں۔ اس حوالے سے حکومت جن ممالک کے ساتھ ہمارا تقابلی جائزہ پیش کر رہی ہے کہ پٹرول فلاں فلاں ملک میں پاکستان سے مہنگا ہے ان ممالک میں فی کس آمدن پاکستان سے زیادہ ہے۔ ہمارے ملک کی فی کس آمدنی بھارت، بنگلہ دیش سے بھی کم ہے۔ دنیا کے 190 ممالک میں سے 161 ممالک کی فی کس آمدن پاکستان سے زیادہ ہے اور حقائق یہ بھی ہیں کہ ہماری فی کس آمدن اور قوتِ خرید مسلسل گر رہی ہے۔ اور ابھی مزید گرے گی اور مہنگائی بھی مسلسل بڑھے گی کیونکہ حکومت نے پٹرولیم کی مد میں جو پچاس ارب سالانہ لینا تھا وہ ابھی نہیں لیا بلکہ صرف 13 ارب روپے سالانہ لیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یا تو خسارہ بے تحاشا بڑھے گا یا مہنگائی بے تحاشہ بڑھے گی۔ پھر حکومت نے طاقتور طبقوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے سبسڈی بڑھا کر ان کو قرضے دیے جو کہ ایک استحصالی پالیسی ہے۔

سوال: اس وقت ہمارے مشیر خزانہ واشنگٹن میں ایک ارب ڈالرز کے لیے مذاکرات کر رہے ہیں۔ اگر یہ مذاکرات IMF کی طرف سے کڑی شرائط کے باوجود کامیاب نہیں ہوتے ہیں اور پاکستان کو ایک ارب ڈالر کا قرضہ نہیں ملتا تو پاکستان کو کس طرح کے معاشی مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا؟

ڈاکٹر شاہد حسن صدیقی: ہم اتنے خوش قسمت نہیں ہیں کہ IMF ہمیں قرضہ نہ دے۔ اگر ایسا ہو جائے تو ہر پاکستانی کو چاہیے دو رکعت نماز شکرانے کی پڑھے۔ کیونکہ اگر IMF کا پروگرام ختم ہو جائے اور حکومت اور قوم یہ فیصلہ کرلے کہ ہمیں خود انحصاری کی طرف جانا ہے تو یقیناً پاکستان کی قسمت بدل جائے گی۔ لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے کیونکہ ہر حکومت کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ قرض لے اور IMF کو بھی قرض دینے ہوتے ہیں کیونکہ اسی طرح وہ ہماری گردن مروڑ سکتے ہیں اور اسی وجہ سے ہماری معیشت پیچھے جا رہی ہے۔ دوسری بات یہ کہ پچھلے 27 برسوں میں ہمارے مافیاز نے چوری اور جائز و ناجائز آمدن سے ڈالر خریدے اور پھر اُن کو ملک سے باہر منتقل کر دیا۔ جو پیسہ پاکستان سے باہر گیا وہ 175 ارب ڈالر بنتا ہے۔ جبکہ ہمارے قرضے اس وقت 166 ارب ڈالر ہیں۔ اگر ہمارے ہاں کوئی ایسا قانون ہوتا اور ہمارا پیسہ باہر نہ گیا ہوتا تو اس وقت ہم پر یہ قرضے نہ ہوتے۔ اسی طرح پچھلے 8 برسوں میں ہمارا تجارتی خسارہ 122 ارب ڈالر بنتا ہے۔ سپریم کورٹ میں ایک کیس میں بتایا گیا کہ ایک سال میں پاکستان میں 20 ارب ڈالر کی ترسیلات آئیں اور اسی سال بیرونی کرنسی کے کھاتے میں 15 ارب ڈالر باہر چلا گیا۔ یہ اصل میں چوری کا پیسہ وائٹ کرنے کا ایک راستہ بنایا گیا ہے۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر ہماری کوئی مخلص حکومت ان دو چیزوں کو کنٹرول کرلے تو ہم IMF سے بھی نجات پا سکتے ہیں اور پاکستان میں ترقی و خوشحالی بھی آسکتی ہے مگر مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے سیاستدان قومی مفاد میں نہیں سوچتے بلکہ صرف اپنی کرسی کا سوچتے ہیں۔

سوال: ایک عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ حکومت کی ناکام معاشی پالیسیوں کی وجہ سے پاکستانی معیشت بند گلی میں جا چکی ہے۔ لیکن دوسری طرف FBR کا دعویٰ ہے کہ ہمارا سالانہ بجٹ نہ صرف پورا ہو رہا ہے بلکہ exeed ہو رہا ہے۔ کیا FBR کا یہ دعویٰ درست ہے۔

شاہد الحسن چٹھہ: پچھلے سال ہمارا نظر ثانی شدہ بجٹ 4690 بلین روپے تھا اور 4774 بلین روپے حاصل کیے گئے۔ یہ ساری رقم ڈائریکٹ (لوگوں کی سالانہ آمدن پر) ٹیکس اور ان ڈائریکٹ (سیلز اور امپورٹس پر ٹیکس) کے ذریعے حاصل کی گئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایف بی آر نے اپنا بجٹ ایکسیڈ کیا لیکن اس کے باوجود عام لوگوں کی قوت خرید کم ہو رہی ہے اور انفلیشن بڑھ رہی ہے۔

سوال: انکم ٹیکس کی بات کر لیتے ہیں کہ اگر ایک بزنس مین بزنس کر رہا ہے اور اس پر انکم ٹیکس لگتا ہے تو جو آپ نے فگر بتائی ہے یہ فگر ایک اچھی اکانومی کے لیے حوصلہ افزا چیز ہے؟

شاہد الحسن چٹھہ: جدید دور میں ڈائریکٹ ٹیکس کا جتنا کمپونٹ بڑھے گا اتنا سٹیٹ کے لیے اور لوگوں کے لیے اچھا ہوگا۔ کیونکہ جوں جوں آمدن بڑھتی ہے تو انکم ٹیکس کا ریٹ بھی بڑھتا ہے جبکہ ان ڈائریکٹ ٹیکس میں عام آدمی اتنا ہی ٹیکس دے رہا ہوتا ہے جتنا ایک امیر آدمی دے رہا ہوتا ہے۔ اس لیے انکم ٹیکس کا کمپونٹ بڑھنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے ہوگا یہ کہ جس کی آمدن زیادہ ہے وہ اتنا زیادہ ٹیکس دے گا جس کی آمدن کم ہے تو وہ ٹیکس کم دے گا۔ اگر چار لاکھ روپے سالانہ سے بھی کم آمدن ہے تو وہ ٹیکس بالکل نہیں دے گا۔

سوال: کورونا وائرس کی وجہ سے دنیا کی معیشتیں اور بالخصوص پاکستان کی معیشت کو کتنا نقصان ہوا؟

حسن صدیق: کورونا جب سٹارٹ ہوا تھا اس وقت اکانومی کے ایشوز بہت زیادہ تھے۔ کیونکہ بہت زیادہ شپنگ کمپنیز بند ہو گئیں اور انوسٹرز پیچھے ہٹ گئے لیکن کورونا کا بحران ختم ہونے سے پہلے عالمی ڈیمانڈ بہت زیادہ بڑھ گئی جس کی وجہ سے ایک دم جب پریشر آیا تو اس کی وجہ سے عالمی سطح پر اشیاء کی قیمتیں بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ مثال کے طور پر یوریا کا بیگ پاکستان میں 1800 کا ہے اور عالمی مارکیٹ میں 6800 کا ہے۔ اسی طرح چینی کی قیمتیں 30،40 فیصد بڑھی ہیں۔ پھر انگلینڈ میں بریگزٹ بھی تھا اور کورونا کا بحران تھا جس کی وجہ سے وہاں ڈرائیورز کم ہو گئے اور وہاں پٹرول کا بحران ہوا۔ بہرحال ان سارے فیکٹرز کی وجہ سے انفلیشن اتنی بڑھی کہ آئی ایم ایف، ورلڈ بنک سمیت معیشت پر نظر رکھنے والے اداروں کے مطابق یہ بحران کم از کم مارچ اپریل 2022 تک جاری رہے گا۔ ماہرین معاشیات کے مطابق کورونا کے بحران کو موثر انداز میں کنٹرول کرنے میں پاکستان دنیا بھر میں تیسرے نمبر پر ہے لیکن اب چونکہ کورونا کے بعد والی صورت ایسی آگئی ہے کہ اس کے اثرات پاکستان میں لمبے عرصے تک رہیں گے۔ لیکن چونکہ باقی ممالک کی نسبت پاکستان کی فی کس آمدنی بہت کم ہے اس وجہ سے یہاں مہنگائی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ حالانکہ خطے میں پٹرولیم کی قیمتیں زیادہ ہیں اور پاکستان کی کم ہیں۔ حکومت کے سیاسی نعرے بہت بری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ حکومت شروع میں کہتی تھی کہ ہم IMF کے پاس نہیں جائیں گے۔ اسد عمر نے تقریباً 7، 8 مہینے بہت کوشش کی کہ ہم IMF کے پاس نہ جائیں لیکن بالآخر ان کو جانا پڑا۔ ابھی بھی حکمران اگر فیصلہ کریں کہ ہم نے IMF سے چھٹکارا حاصل کرنا ہے، اپنے پیٹ پر بھی پتھر باندھنے ہیں اور عوام کو بھی اس کے لیے تیار کرنا ہے تو ہم مشکلات سے نکل سکتے ہیں۔

سوال: وزیر اعظم اور وفاقی وزراء کہہ رہے ہیں کہ کورونا وبا ختم ہونے کے بعد معاملات درست ہو جائیں گے۔ جبکہ ہمارے مشیر خزانہ فرما رہے ہیں کہ مہنگائی کم نہیں ہوگی۔ ہم مشیر خزانہ کی بات مانیں یا وزیر اعظم اور ان کی کابینہ کی بات مانیں؟

عطاء الرحمان عارف: بنیادی بات یہی ہے کہ وزیر خزانہ سچ کہہ رہے ہیں کیونکہ وہ اکانومی کو سمجھتے ہیں، وہ داخلی سطح پر تمام معاملات کو دیکھ رہے ہیں، وہ اس وقت IMF کے ساتھ مذاکرات میں بھی ہیں۔ اس لیے وہ عوام کو حقائق سے آگاہ کر رہے ہیں۔ جبکہ وفاقی وزراء کو ووٹ حاصل کرنے کے لیے دوبارہ عوام کے پاس آنا ہے لہٰذا ان کی مجبوری ہے کہ وہ لوگوں کو سبز باغ دکھائیں۔ جبکہ حکومت خود ابھی تک اپنے غیر ضروری اخراجات کو کنٹرول نہیں کر سکی۔ ان تین سالوں میں بیرونی قرض میں تقریباً 18 ارب روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ سونے کی قیمتوں میں تقریباً 53 ہزار نو سو روپے فی تولہ اضافہ ہوا ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن سے عام آدمی متاثر ہوتا ہے۔ دوسری طرف ہمارا ملک زرعی ہے۔ ہم گندم، چینی، کاٹن اور دیگر اجناس ایکسپورٹ کر سکتے ہیں لیکن بجائے اس کے ہم گندم، چینی اور کاٹن امپورٹ کر رہے ہیں۔ اگر ہم زرعی اجناس افغانستان کو ہی ایکسپورٹ کر سکیں تو اس سے بھی ہمارے زرمبادلہ میں اضافہ ہو جائے گا۔

سوال: اگر ہمارے ادارے اسمگلنگ کو روکیں اور ایک پراپر چینل کے ذریعے اپنے دوست ممالک کو ایکسپورٹ کریں تو ہماری اکانومی کو اس سے کتنا فائدہ ہوگا؟

شاہد الحسن چٹھہ: اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اگر باہر سے چیزیں اسمگل ہو کر آ رہی ہیں تو اسی طرح ملک سے باہر بھی اسمگل ہو رہی ہیں۔ اس سے ملک کا

نقصان ہو رہا ہے۔ اگر اسمگلنگ کو روکا جائے اور باقاعدہ چینل کے ذریعے امپورٹ ایکسپورٹ کی جائے تو اس سے ملکی معیشت کو بہت فائدہ ہوگا۔ ہمارا چین کے ساتھ جو فرق آ رہا ہے کہ ہماری ڈیکلیئریشن کم ہوتی ہے اور چین میں ڈیکلیئریشن بہت اوپر ہوتی ہے۔ اگر اسی رقم کو ٹریس کر لیا جائے اور اس پر ڈیوٹیز اور ٹیکسز لے لیے جائیں تو خسارے کی بڑی رقم اس سے نکل سکتی ہے۔

سوال: پاکستان قرض کے لیے IMF سے مذاکرات کر رہا ہے۔ اگر IMF کی شرائط کے ساتھ وہ قرضہ ہمیں مل جاتا ہے تو معاملات کس طرف جائیں گے۔ کیا مزید مہنگائی بڑھے گی؟ اس سے عوام کی کمر نہیں ٹوٹے گی؟

حسن صدیق: سابق وزیر خزانہ عبدالحفیظ شیخ IMF کے بہت قریب تھے لیکن شوکت ترین نے آتے ہی دعوے شروع کر دیے کہ IMF کو ہم سمجھا دیں گے، ان سے شرائط منوا لیں گے۔ ابھی تک IMF کے ساتھ مذاکرات کا رزلٹ سامنے تو نہیں آیا لیکن یہی کہا جا رہا ہے کہ IMF کی بڑی کڑی شرائط ہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ اگلا بجٹ پرو IMF نہ بنائے بلکہ عوام کے حق میں بنائے۔ دوسری طرف IMF کہے یا نہ کہے آگے آنے والے وقت میں مشکلات بہت زیادہ آ رہی ہیں۔ بالخصوص انرجی، عالمی انفلیشن اور گردشی قرضے کے پہاڑ کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کو ڈیل کرنے کے لیے اگر حکومت کو کوئی مشکل فیصلے بھی کرنے پڑتے ہیں تو اس میں نچلے طبقے کو کچھ نہ کچھ ٹارگٹڈ ریلیف دے۔ سب سے اہم یہ ہے کہ عوام کو اعتماد میں لیا جائے۔ اگر عوام کو مشکلات سہنی بھی پڑتی ہیں تو مثال سیٹ کرنے کے لیے وزراء، بیوروکریٹس اور خود وزیر اعظم اپنے معیار زندگی سے ایک لیول نیچے آئیں۔ اگر یہ ہوگا تو عوام بھی اس مشکل کو خوشی سے قبول کرے گی۔

سوال: پاکستان میں ان ڈائریکٹ ٹیکس کی ریشو بہت زیادہ ہے یعنی ایک جھونپڑی والا بھی جب ماچس یا صابن خریدنے جاتا ہے تو اس کو بھی سیلز ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ جب معاشرے کا ہر فرد ان ڈائریکٹ ٹیکس دے رہا ہے تو پھر ہماری حکومت، FBR، ہمارے وزراء ہر وقت فائلر اور نان فائلر کے چکر میں کیوں رہتے ہیں کہ اتنی پبلک ہے اور اتنے فائلرز نہیں تو ہم کیسے پورا کریں؟

شاہد الحسن چٹھہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ان ڈائریکٹ ٹیکس تقریباً تین ہزار بلین روپے ہے جبکہ ڈائریکٹ ٹیکس 1744 بلین ہے۔ اب یہ ایک اچھی اور بیلنس اکانومی کے indicators نہیں ہیں کیونکہ اس سے مہنگائی بڑھتی ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ جو شخص بھی کاروبار کرے یا اس کی اتنی آمدن ہو کہ اس پر ٹیکس لگ سکے اس کو فائلر ہونا چاہیے یعنی اس کو لازمی اپنا ٹیکس گوشوارہ جمع کرانا چاہیے۔ اب تک ہماری جی ڈی پی کا نو فیصد ٹیکس سے آتا ہے جبکہ اچھی اکانومی کے لیے یہ شرح کم از کم پندرہ ہونی چاہیے۔ جب بھی ہم IMF یا ورلڈ بینک کے پاس جاتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ کا تو ٹیکسوں کا نظام ہی ٹھیک نہیں ہے، آپ اپنے فائلرز ہی نہیں بڑھا رہے، آپ کی ٹیکس نیٹ پر جو لوگ ہیں ان کا تیسرا حصہ فائلنگ ہو رہی ہے۔ یہ ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اگر اس کو حل نہیں کریں گے تو ظاہر ہے خسارہ پورا کرنے کے لیے عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ بڑھے گا اور مہنگائی ہوگی۔ حکومت کو چاہیے کہ ملک میں جتنے بھی کاروبار ہو رہے ہیں ان سب کی ڈاکومنٹیشن کرے تاکہ ایک متوازن معیشت کی بنیاد رکھی جا سکے۔

حسن صدیق: پاکستان میں جی ایس ٹی 17 فیصد ہے جو کہ بہت زیادہ ہے۔ چیئرمین FBR نے کچھ عرصہ قبل اس کو کم کرنے کا کہا تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو ٹیکس چوری کم ہو جاتی۔ حکومت POS مشین لگانے اور ٹریک اور ٹریس سسٹم لگانے کی جو کوشش کر رہی ہے اس میں بڑے تاجر رکاوٹ بن رہے ہیں لیکن عوام کو چاہیے کہ وہ حکومت کا اس معاملے میں ساتھ دیں۔ ایک چیز یہ بھی ہونی چاہیے کہ جو ٹیکس دے اس کو اتنا ریوارڈ بھی ملنا چاہیے، صحت اور تعلیمی سہولیات ملنی چاہئیں کہ اسے محسوس ہو کہ جو میں ٹیکس دے رہا ہوں وہ میرے اوپر بھی لگ رہا ہے۔ اگر حکومت یہ چیزیں کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے تو میرا خیال ہے کہ ٹیکس کی پالیسی بہتر ہو جائے گی، لوگوں کا اعتماد بھی بڑھے گا اور لوگ خوشی خوشی ٹیکس دیں گے۔

سوال: پاکستانی عوام نے پرانی پارٹیوں کی سیاست سے تنگ آ کر اور عمران خان کو نجات دہندہ سمجھ کر ووٹ دیے تھے لیکن پچھلے تین سال میں مہنگائی، بیروزگاری اور کرپشن کی وجہ سے اس حکومت کا گراف بھی بتدریج کم ہو رہا ہے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اگر خدانخواستہ عوام کی آخری اُمید بھی ٹوٹ گئی تو کیا یہ ملک کسی خونی انقلاب کی طرف نہیں بڑھے گا؟

عطاء الرحمان عارف: آپ کا خدشہ بالکل درست ہے کیونکہ فرانس میں جو انقلاب آیا تھا اس کی بنیادی وجہ یہ مہنگائی ہی بنی تھی۔ اس انقلاب کے نتیجے میں بہرحال جمہوریت آئی جس کو اقبال نے یوں کہا:

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خودنگر

اور

تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

پھر تاریخ نے ثابت کیا ہے کہ جمہوریت دراصل سود پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کو تحفظ اور دوام دیتی ہے۔ اس جمہوریت نے ہمیں کیا دیا اس کا رزلٹ ہمارے سامنے ہے۔ عوام نے یقیناً دونوں بڑی جماعتوں کو چھوڑ کر ایک تیسری جماعت کو موقع دیا اس کے باوجود ہم مایوس ہیں۔ اللہ نہ کرے یہاں خونی انقلاب آئے کیونکہ یہ پاکستان کے لیے بہت نقصان دہ ہوگا۔ عالمی حالات کو سامنے رکھیں تو اس وقت ہمارا ملک نشانے پر ہے۔ جان پرکنز نے اپنی کتاب confessions of an economic: hitman. میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ جدید مغرب میں جہاں جہاں بھی انقلاب آئے ان کے پیچھے مالیاتی اداروں کی منصوبہ بندی شامل تھی۔ ہمیں اپنے ملک میں یہ چیز ہوتی نظر آ رہی ہے۔ اس وقت مہنگائی کے ذریعے عوام کو تیار کیا جا رہا ہے کہ حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہم اسلام کے اصولوں کو اپنا لیں اور اپنے معاشرے کو اسلامی بنائیں تو یہ کرپشن، لوٹ مار، بدعنوانی، اسمگلنگ کنٹرول ہو سکتی ہے۔ موجودہ حکومت کی کابینہ میں تقریباً اسی فیصد وہی لوگ ہیں جو سابقہ حکومتوں میں رہے ہیں چنانچہ انہوں نے وہی کچھ کرنا ہے جس کی انہیں تعلیم دی گئی ہے۔ مسائل تب حل ہوں گے جب حکومتوں میں ایسے لوگ ہوں جو آخرت کی فکر کرنے والے ہوں۔ اگر مسلمانان پاکستان کو اس بات کی تعلیم دی جائے کہ اصل شے ایمان کی طاقت ہے۔ آج ہم دنیا میں جو کچھ بھی کما رہے ہیں اس کا حساب آخرت میں دینا ہوگا۔ ہم میں سے ہر فرد کی ذمہ داری ہے کہ خود اللہ کا بندہ بنے اور دوسروں تک اللہ کے دین کی دعوت پہنچائے اور اللہ کے دین کو نافذ کرنے کی جدوجہد کرے۔ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا، ہم نے اللہ سے وعدہ کیا تھا کہ یہاں اسلام کا نظام قائم کریں گے۔ اگر ہم اسلام کے اصولوں میں رہ کر نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کے مطابق اللہ کے دین کے نفاذ کی جدوجہد کریں گے تو ان شاء اللہ یہ ملک قائم بھی رہے گا اور یہاں اسلامی نظام نافذ ہوگا۔

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ

مرتب: فریداللہ مروت

حضرت شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا کا شمار نہایت جلیل القدر صحابیات میں ہوتا ہے۔ ان کا تعلق قریش کے خاندان عدی سے تھا۔

سلسلہ نسب:

سلسلۂ نسب یہ ہے: شفاء بنت عبداللہ بن عبدشمس بن خلف بن سداد بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لُوی۔

عدی کے دوسرے بھائی مُرّہ تھے جو رسول اکرم ﷺ کے اجداد میں سے ہیں۔ اس لحاظ سے حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کا سلسلہ آٹھویں پشت میں رسول اللہ ﷺ کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ اسی طرح پانچویں پشت میں (عبداللہ بن قرط پر) حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کا سلسلہ نسب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔

والدہ کا تعلق بنومخزوم سے تھا۔ ان کا نام فاطمہ بنت وہب بن عمرو بن عائذ بن عمر بن مخزوم تھا۔

شادی:

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کی شادی ابوحثمہ بن حذیفہ عدوی سے ہوئی۔ ابوحثمہ کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملتے۔

قبول اسلام:

کتب سیَر میں حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے قبول اسلام کا زمانہ (سال) کی تخصیص نہیں کی گئی لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ ہجرت سے قبل سعادت اندوز اسلام ہوئیں۔

ہجرت:

جب بارگاہِ رسالت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت مرحمت ہوئی تو انہوں نے بھی ہجرت کا شرف حاصل کیا۔ حافظ ابن حجر نے ''الاصابہ'' میں لکھا ہے کہ وہ ان چند خواتین میں سے تھیں جنہوں نے سب سے پہلے ارشاد نبوی پر لبیک کہا اور ارض مکّہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ کر مدینہ منورہ میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔

مدینہ میں رہائش:

رحمت عالم ﷺ نے مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا تو کچھ عرصہ بعد آپ ﷺ نے حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کو ایک مکان عنایت فرمایا جس میں وہ اپنے فرزند سلیمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدت العمر قیام پذیر رہیں۔

ہنرمند خاتون:

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا ان معدودے چند خواتین میں سے تھیں جو لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ کئی امراض کے مریض ان کے پاس آتے تھے اور وہ جھاڑ پھونک یعنی ٹونکے منتر سے ان کا علاج کرتی تھیں۔ اہل سیَر نے ان کے چیونٹی کے کاٹنے کے منتر کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے۔ علامہ ابن اثیر صاحب اسد الغابہ میں لکھتے ہیں کہ جب کسی چیونٹی (زہریلی یا سخت قسم) کاٹتی تو وہ یہ منتر پڑھ کر کاٹے کی جگہ پھونکتیں۔

((بِسْمِ اللهِ صِلُوْ صُلُبَ جَبْرٍ تَعَوُّذًا مِنْ اَنْوَاهِهَا فَلَا تَضُرَّ اَحَدًا اَللّٰهُمَّ الْكَشِفِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ))

ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی استاد:

3 ہجری میں سرور عالم ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا تو ایک مرتبہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ حفصہ کو بھی لکھنا سکھا دو، انہوں نے ارشاد نبوی کی تعمیل کی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنا سکھا دیا۔ ایک دفعہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہؐ! میں جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتی تھی اور چیونٹی کاٹنے پر یہ منتر پڑھا کرتی تھی، کیا مجھے اب بھی ایسا کرنے کی اجازت ہے؟ چونکہ اس منتر میں شرک کی آمیزش نہیں تھی اس لیے حضور ﷺ نے انہیں اجازت دے دی بلکہ یہ فرمائش بھی کی کہ یہ منتر حفصہ کو بھی سکھا دو۔ حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ اس موقع پر حضور ﷺ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

((علمی حفصہ رقیۃ النملۃ کما علمتھا الکتابۃ)) (حفصہؓ کو بھی چیونٹی کا منتر سکھا دو جیسا کہ تم نے اسے لکھنا سکھایا)۔

چنانچہ انہوں نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنے کے علاوہ چیونٹی کاٹے کا منتر بھی سکھا دیا۔ اس لحاظ سے وہ امّ المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی استاد ہیں۔

حضور ﷺ سے عقیدت:

ارباب سیَر نے لکھا ہے کہ حضرت شفاء رضی اللہ عنہا نہایت عاقلہ اور فاضلہ تھیں اور ان کو رحمت عالم ﷺ سے غایت درجہ محبت اور عقیدت تھی۔

حضور ﷺ کا آپؓ کے گھر آنا:

حضور ﷺ بھی ان پر بہت شفقت فرماتے تھے اور گاہے گاہے ان کے گھر تشریف لے جاتے تھے۔ حافظ ابن حجر کا بیان ہے کہ حضور ﷺ کبھی کبھار حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے گھر آرام فرماتے تھے۔ انہوں نے ایک تہبند اور بستر حضور ﷺ کے استعمال کے لیے علیحدہ رکھ چھوڑا تھا چونکہ ان چیزوں سے سرور کائنات ﷺ کا جسد اقدس مس ہوا تھا اس لیے حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کے نزدیک یہ بڑے تقدس کی حامل چیزیں تھیں۔ چنانچہ انہوں نے ان دونوں مقدس چیزوں کو زندگی بھر اپنی جان کے ساتھ رکھا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد نے بھی ان تبرکات کو بڑی احتیاط سے محفوظ رکھا لیکن اموی حکمران مروان بن الحکم نے یہ دونوں چیزیں ان سے لے لیں۔ اس طرح حضرت شفاء رضی اللہ عنہا کا خاندان اس برکت سے محروم ہو گیا۔

غزوۂ خیبر کے کچھ عرصہ بعد کا ذکر ہے کہ ایک دن ایک باوقار خاتون بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں اور اپنی کچھ ضروریات بیان کر کے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ نقدی یا جنس کی صورت میں انہیں کچھ عطا فرمایا جائے۔ اتفاق سے اس وقت حضور پرنور ﷺ کے پاس کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ اس لیے آپ ﷺ نے معذرت فرمائی لیکن وہ خاتون اصرار کرتی رہیں کہ ان کی درخواست کو شرف پذیرائی بخشا جائے۔ اتنے میں اذان کی آواز آئی اور حضور ﷺ نماز کے لیے مسجد تشریف لے گئے۔ وہ خاتون بھی اٹھ کر قریب ہی اپنی بیٹی کے گھر چلی گئیں جو جلیل القدر صحابی حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔

وہاں انہوں نے دیکھا کہ ان کے داماد حضرت شرجیل رضی اللہ عنہ تہبند باندھے گھر ہی میں بیٹھے ہیں اور نماز کے لیے مسجد نہیں گئے۔ یہ خاتون داماد کو گھر میں بیٹھا دیکھ کر سخت آزردہ خاطر ہوئیں اور غضب آلود لہجے میں انہیں

ملامت شروع کر دی کہ نماز کا وقت ہو گیا اور تو گھر ہی میں ہے۔ حضرت شرحبیل ؓ نے کہا خالہ جان مجھے ملامت نہ کیجئے، بات یہ ہے کہ میرے پاس ایک ہی قمیص تھی جس پر میں نے پیوند لگا رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے اسے عاریتاً مانگ لیا ہے، میں نہیں چاہتا کہ ننگے بدن مسجد جاؤں اور جب لوگ مجھ سے سبب پوچھیں تو میں ان کو بتاؤں کہ میری قمیص حضور ﷺ نے عاریتاً لے لی ہے۔

وہ خاتون داماد کی بات سن کر سکتے میں آ گئیں اور کہنے لگیں، میرے ماں باپ رسول اللہ ﷺ پر قربان ہو، مجھے کیا معلوم تھا کہ حضور ﷺ کا آج کل یہ حال ہے۔ میں نے اپنی درخواست پر اصرار کر کے خوامخواہ آپ ﷺ کو اذیت دی۔

یہ خاتون جن کو شریعت کا اس قدر پاس تھا کہ نماز کے وقت اپنے داماد کو گھر میں بیٹھا دیکھ کر غضبناک ہو گئیں اور پھر بے خبری کے عالم میں بارگاہِ رسالت میں اپنی بات پر بے جا اصرار نے جنہیں سخت پشیمان کیا، حضرت شفاء ؓا بنت عبداللہ تھیں۔

بارگاہِ نبوی میں تقرب:

حضرت شفاء ؓا کو بارگاہِ نبوی میں جو تقرب حاصل تھا اس کی بنا پر تمام صحابہ کرام اجمعین ؓ ان کی بڑی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے نزدیک ان کی قدر و منزلت کی یہ کیفیت تھی کہ جب وہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو کبھی کبھی بعض اہم مسائل میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے اور ان کی رائے کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے ابن سعد کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عمر ؓ کو حضرت شفاء ؓا کی فضیلت اور رائے کا بڑا پاس تھا اور وہ ان کو بازار کا اہتمام سپرد کیا کرتے تھے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شفاء ؓا صائب الرائے ہونے کے ساتھ انتظامی صلاحیتوں کی بھی مالک تھیں۔

علامہ ابن اثیر نے ''اسد الغابہ'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ؓ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت شفاء ؓا کو بلا بھیجا۔ جب وہ حضرت عمر ؓ کے پاس پہنچیں تو اتفاق سے عاتکہ بنت اُسید بھی وہیں آ گئیں۔ حضرت عمر ؓ نے دونوں کو ایک ایک چادر عنایت فرمائی۔ جو چادر حضرت عاتکہ ؓا کو عطا ہوئی وہ حضرت شفاء ؓا کی چادر سے بہتر تھی۔ حضرت شفاء ؓا کو یہ بات ناگوار گزری۔ انہوں نے ناراضی کے لہجے میں حضرت عمر ؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

''تمہارے ہاتھوں پر مٹی پڑے میں عاتکہ سے زیادہ قدیم الاسلام ہوں اور پھر تم نے خود مجھے بلا بھیجا تھا لیکن ان ساری باتوں کے باوجود تم نے عاتکہ کو مجھ سے بہتر چادر دی حالانکہ وہ بن بلائے محض اتفاق سے یہاں آ گئی تھیں۔ اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شفاء ؓا نہایت جری اور بے باک تھیں اور دل کی بات خواہ وہ کتنی ہی سخت کیوں نہ ہو برملا کہنے میں کسی کی رُو رعایت نہ کرتی تھیں اگرچہ ان کا مخاطب خلیفہ وقت ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وہ مساوات اور سادہ طرزِ معاشرت تھی جس نے چند سال کے اندر اندر مسلمانوں کو اقبال و فتح مندی کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا۔

حضرت عمر ؓ نے فرمایا: ''واللہ یہ چادر تمہارے ہی لیے تھی لیکن جب عاتکہ آ گئیں تو مجھے ان کی رعایت کرنی پڑی کیونکہ یہ نسب میں رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قریب ہیں۔'' اس روایت سے جہاں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عمر فاروق ؓ رسول کریم ﷺ کے قرابت داروں کو اپنے خاندان ''بنو عدی'' کے لوگوں پر ترجیح دیتے تھے وہاں ان کے تحمل اور بردباری کا اعتراف بھی کرنا پڑتا ہے۔ وہ اپنے وقت کے سب سے بڑے فرمانروا تھے لیکن اپنے خاندان کی ایک بوڑھی خاتون کی ڈانٹ کا ذرا بھی برا نہ مانا۔

وفات:

حضرت شفاء ؓا نے حضرت عمر ؓ کی خلافت کے آخری دور یا حضرت عثمان ؓ کے عہد خلافت میں کسی وقت داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

اولاد:

حضرت شفاء ؓا کی اولاد میں صرف ایک لڑکے سلیمان ؓ اور ایک لڑکی کا پتہ چلتا ہے۔ دونوں شرف صحابیت سے بہرہ ور تھے۔ لڑکی مشہور صحابی حضرت شرحبیل بن حسنہ ؓ کے نکاح میں تھیں۔

مرویاتِ حدیث:

حضرت شفاء ؓا نے حضور ﷺ اور حضرت عمر فاروق ؓ سے چند (بقول بعض بارہ) احادیث روایت کی ہیں۔ راویوں میں ان کے بیٹے سلیمان ؓ اور پوتے ابوبکر اور عثمان، امّ المؤمنین حضرت حفصہ ؓا، ابو سلمہ ؓ اور ابو اسحاق شامل ہیں۔ ✿✿✿

پریس ریلیز 29 اکتوبر 2021ء

دنیا کا کوئی بھی ملک اسلامی شعائر کی توہین کرے پاکستان اُس سے تعلقات پر نظر ثانی کرے

شجاع الدین شیخ

دنیا کا کوئی بھی ملک اسلامی شعائر کی توہین کرے پاکستان اُس سے تعلقات پر نظر ثانی کرے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنھوں نے کہا کہ آج عالم کفر اسلاموفوبک دہشت گردی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ یورپ میں فرانس اور ایشیا میں بھارت اِس دہشت گردی کی سرکاری سطح پر سرپرستی کر رہے ہیں۔ خاص طور پر قرآنِ پاک کی بے حرمتی اور رسول اللہ ﷺ کی توہین کر کے مسلمانوں کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچائی جا رہی ہے۔ اُنھوں نے تحریکِ لبیک پاکستان کے احتجاج کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ عوام کو اپنے جذبات کے اظہار کے لیے احتجاج کا حق حاصل ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ احتجاج کرنے والوں پر تشدد ہرگز نہ کرے اور مذاکرات کو بنیاد بنا کر افہام و تفہیم کے ذریعے معاملے کو حل کرنے کی کوشش کرے۔ حکومت کو وسیع القلبی اور بڑے پن کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اُنھوں نے تحریکِ لبیک پاکستان کے کارکنوں سے بھی اپیل کی کہ وہ تشدد آمیز کارروائیوں سے گریز کریں۔ احتجاج مکمل طور پر پُرامن ہو اور کوشش کریں کہ اُن کے احتجاج سے عام شہریوں کو تکلیف نہ پہنچے۔ اُنھوں نے کہا کہ اس حوالے سے فریقین کے درمیان جو بھی عہد ہوئے ہیں اُن کی مکمل طور پر پاسداری کی جائے۔ فریقین کو یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ عہد ایفا کرنا مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

رختِ سفر

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان مسلسل افراتفری کا شکار ہے۔ سیاسی، معاشی، تعلیمی، معاشرتی سبھی دائروں میں یکے بعد دیگرے زلزلے بپا رہے ہیں۔ ویسے تو محاورہ ہے کہ 'جو ڈر گیا وہ مر گیا'۔ لیکن پاکستان میں سیاسی، جمہوری سطح پر بالخصوص نواز شریف اور اب عمران خان پر بھی یہ راست آتا ہے کہ 'جو اڑ گیا وہ مر گیا'۔ نواز شریف نے اڑ کر دکھایا تو اُڑ کر باہر جانا پڑا۔ اب عمران خان کے اڑنے کی دیر تھی کہ جوار بھاٹے اٹھنے لگے۔ تا آنکہ تحریک لبیک، حسب سابق لاکھڑی کردی۔ اسی دوران ہرگز نہیں......(Absolutely Not) بھی مہنگا پڑا۔ نوکر کیہہ تے نخرا کیہہ! ہم امریکا کے حضور 2001ء سے فدویت کی جو پالیسی طے کر بیٹھے وہ آج بھی ساری بڑھکوں کے باوجود رواں دواں ہے۔

بائیڈن کے ٹیلی فون کے انتظار میں شرمناک حد تک گراوٹ کا شکار ہوئے۔ اندر خانے روٹھے امریکی محبوب کو راضی کرنے کو ہمہ نوع چاپلوسی اور پیش کشوں کا سلسلہ رہا۔ ان کی بے نیازی کا عالم یہ ہے کہ کبھی ہماری حکومتوں کا بھرم تک نہ رکھا۔ بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی کے مصداق اب سی این این نے بھانڈا پھوڑ دیا۔ ہم تو پہلے ہی رضا کارانہ، بلا معاہدہ مفت میں امریکا کو فضائی راہداری دیے بیٹھے ہیں۔ عوام کو کیا خبر! عوام کی مصروفیت کے سامان کم تو نہیں۔ ٹیکس نچوڑنے کے مہینے ہو گزرے۔ گیس، بجلی، پٹرول سبزی، آٹا، بنیادی اشیائے ضرور یہ پہنچ سے باہر ہو چکے۔ دل بہلاوے کو ایک طرف 'ریاست مدینہ' کے نام پر عین اس ٹائٹل کے مصنوعی پن کے شایان شان ایک مذہبی جلوس میں جوان لڑکی بال پھیلائے، سرخی پاؤڈر لگائے سفید کپڑے پہنے 'حور' کے عنوان سے پھرائی گئی۔ جن جادو تماشا بھی ہے۔ قوم کی عقل کو گھاس کھلانے کی کوئی حد تو ہو! پھر 'پاک بھارت جنگ' کے پیرائے میں کرکٹ کے چوکے چھکوں سے میدان جہاد میں غازیان قوم کی سرخروئی نے ہمارے سارے دلدر دور کر دیے۔ بھارت میں مساجد جلا کر مسلمانوں سے نفرت کے اظہار میں 'زعفرانی غنڈے' پہلے ہی طوفان برپا کیے ہوئے ہیں۔ گھروں، مسجدوں، دکانوں، پر حملوں نے تری پورہ میں مسلمانوں کا جینا حرام کر رکھا ہے (جسے بھارتی میڈیا نے مکمل نظر انداز کیا)۔ رہی سہی کسر پر بی جے پی حکومت، امتیازی قوانین پاس کر کے نکال رہی ہے۔ ایسے میں ہمارے نوجوان ملک کو مضبوط کرنے، خارجہ پالیسی کا رخ درست کرنے کے لیے حکومت پر دباؤ ڈالنے کے فہم تک سے عاری ہیں۔ پٹاخے بجا، فائرنگ، بھنگڑے، سائلنسر پھاڑ موٹر سائیکلوں کے ہنگام سے جشن فتح منا رہے ہیں۔

ایک فتحِ حقیقی، پوری دنیا کے عفریتی لشکروں کو افغانستان کے جوانوں نے جان سے گزر کر دی اور سجدوں میں آنسو اور سسکیوں بھرے شکرانے پیش کیے۔ دوسری فتح بیٹ بلوں کی حکمرانی کے سائے تلے کھیل کے میدان تک ایک تقابل پیش کر رہی ہے! امریکا کے ہاتھوں (تمام تر خدمات فراہم کرنے کے باوجود) جو ذلت ہمیں 15 اگست کے بعد سے دی گئی، ساری 'قربانیوں' کو بیک قلم مسترد کرنے میں امریکا نے دیر نہ لگائی۔ اس کے باوجود قومی غیرت نگل کر ہم پھر طواف کوئے ملامت کو جا پہنچے؟ سی این این کے مطابق افغانستان میں ملٹری آپریشن کے لیے ہماری فضائی حدود کے استعمال کے لیے مذاکرات معاہدے پر منتج ہونے کو ہیں۔ یہ ہماری خواہش اور ایماء پر ہو رہا ہے۔ حسب سابق ہمارا دفتر خارجہ ایسے معاہدے کی تردید کر رہا ہے۔ ہم 20 سال افغانستان کے ساتھ برادر کشی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ زمینی حقائق امریکا کی بدترین شکست اور ناقابل تلافی نقصانات کا گوشوارہ لیے ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود ازسرنو امریکا ہمارے کندھوں پر بندوق رکھ لے؟ یہ پیش کش خود پاکستان اور پورے خطے کے لیے کن مضمرات کی حامل ہے، کوئی راکٹ سائنس تو نہیں۔ ہم آخرت سے بے نیاز قومی نظریاتی تشخص بھلائے بیٹھے ہیں۔ کہاں بابائے قوم کا یہ فرمان: 'مجھ سے اکثر پوچھا جاتا ہے کہ پاکستان کا طرز حکومت کیا ہوگا؟ پاکستان کے طرز حکومت کا تعین کرنے والا میں کون ہوتا ہوں۔ مسلمانوں کا طرز حکومت آج سے 1400 سال قبل قرآن کریم نے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا تھا۔ الحمدللہ قرآن مجید ہماری رہنمائی کے لیے موجود ہے اور قیامت تک رہے گا۔' اس تناظر میں پاکستان کی داخلہ، خارجہ، تعلیمی، سیاسی معاشی ہیئت دیکھ لیجیے اور درج بالا معاہدے کے مضمرات پر بھی غور فرمایئے! ازسرنو دہشت گردی کی آڑ میں اسلامی امارت افغانستان پر بمباری کو ہماری فضائیں امریکی جنگی جہازوں کے لیے پیش ہوں گی؟ اللہ کے غضب کو یوں پکاریں گے؟ یہ کیا کم خیانت ہے کہ سبھی مسلم ممالک بالعموم اور ہمسایہ پاکستان بالخصوص شریعت کی بنیاد پر قائم افغان حکومت تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ راگ ریاستِ مدینہ کے الاپنے اور قومی پالیسیوں میں اسلام سے ہر آن گریز پائی۔ ہماری معیشت جس طرح کریش ہو رہی ہے وہ عذاب ہی کی صورت ہے۔ افغانستان جنگی مخدوش حالات کے بعد معاشی ناکہ بندی کے باوجود کرنسی، 90 افغانی کے بدلے ایک ڈالر رکھتی ہے۔ ایٹمی پاکستان کے روپے کی اوقات 174.45 فی ڈالر تک جا گری ہے۔ دنیا کا چوتھا مہنگا ترین ملک بن چکا ہے۔ بدعنوانی آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ صرف ایک چیز کوڑیوں کے مول ہے، اور وہ ہے امتحانوں میں ریکارڈ توڑ نمبر۔ 1100 میں سے 1150 نمبر! یکا یک لیاقت کا یہ عالم کہ 98، 99 فیصد پاس ہو گئے جو قبل از کورونا سالوں میں تشویش ناک حد تک کم تناسب میں نتائج رہے۔ بلکہ نقل کے ذرائع میں ترقی کا یہ عالم رہا کہ چپل میں بلیوٹوتھ ڈیوائیس لگا کر کان میں مہین مائیکروفون کے ذریعے جواب لکھوائے جاتے رہے 6 لاکھ کے عوض۔ اب اتنی مہنگی جعلی کامیابی کی ضرورت نہیں۔ نمبر بتاشوں کی طرح بٹے ہیں! اس تعلیمی معیار پر مغرب کو کوئی تشویش نہیں۔ افغانستان کے لیے سینہ کوبی کر رہے ہیں تعلیم کے نام پر!

مسائل سے نمٹنے کے لیے طالبان جس تندہی اور پلاننگ کا مظاہرہ کر رہے ہیں وہ ان کی صلاحیت، امانت و دیانت کی بنا پر ہے۔ ہمارے احساس پروگرام سے بٹتے نوٹوں کے ہاتھوں مفت خوری اور نکمے پن کی ترویج ملاحظہ ہو۔ افغانستان میں بے روزگاری اور بھوک سے نمٹنے کے لیے مفت گندم تقسیم کرنے کی بجائے، کابل میں (مزید

شہروں میں بھی) 40 ہزار افراد کے لیے کام کے بدلے گندم پروگرام کا افتتاح ہوا ہے۔ امریکا نے افغانستان میں بدعنوانی کی صنعت کو پھلنے پھولنے دیا، سدباب، تدارک نہ کیا۔ دوسرا تحفہ افغان عوام کو نشے کی لت کا دے گیا۔ اب دردمند حکومت نے تمام نشیوں کے علاج اور انہیں کارآمد شہری بنانے کا بھرپور پروگرام شروع کیا ہے۔ امریکا افغانوں کے 10 ارب ڈالر دبا کر بیٹھا ہے اور یورپی یونین زرمبادلہ کے ذخائر اور اثاثے بحال نہیں کر رہی۔ یہی سب افغانستان میں انسانی المیے کی پیشین گوئیاں اور بھوک افلاس کے بحران کے اندیشے ظاہر فرما رہے ہیں! خارجہ پالیسی اور دنیا کے سامنے آزاد خودمختار افغانستان کا آبرومندانہ، غیور انداز دیکھنا ہو تو ملا عبدالسلام حنفی، نائب وزیراعظم کا ماسکو کے اعلیٰ سطحی اجلاس میں خطاب ملاحظہ ہو۔ (یہ بلا CSS اور لمبے تربیتی کورسز اور مغربی دنیا کے دوروں کے بغیر کی مہارت ہے!) مختصراً یہ کہ مندوبین کو بار بار یہ یقین دلایا کہ: ''نئی حکومت عالمی برادری کے تمام خدشات کھلے دل سے، پوری دیانت اور شفافیت سے دور کرے گی۔ افغان عوام دنیا کے کسی ملک یا قوم کو نقصان پہنچانا نہیں چاہتے۔ ایک مہذب قوم جو ایک مضبوط دین، ثقافت اور اعلیٰ انسانی اقدار کی حامل ہے۔ ہم ہمسایہ ممالک، خطے اور دنیا سے تعلقات چاہتے ہیں جو قومی خودمختاری حاکمیت اور باہمی احترام کی بنیاد پر قائم ہوں۔'' نیز یہ بھی کہا: ''اسلامی امارت نے ماضی میں یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ آزادی، قومی اور دینی اقدار اور اعلیٰ ترین قومی مفادات کے تحفظ پر کوئی سودا نہیں کیا جائے گا۔ ہمارے عوام کسی دباؤ کو قبول نہیں کریں گے۔ ماضی میں دباؤ کا ہر حربہ ناکام ہو چکا۔ باہم افہام و تفہیم سے معاملات حل کرنا بہتر ہوا کرتا ہے۔''

امریکا سے منجمد اثاثے بحال کرنے کا مطالبہ دہرایا اور کہا کہ یہ افغان عوام کی دولت ہے اور ہمارے تکلیف میں مبتلا عوام سیاسی اختلافات کی قیمت ادا کرنے پر مجبور نہ کیے جائیں۔ انہوں نے عالمی برادری کو امارت کی جائز قانونی حکومت کو تسلیم کرنے کو کہا، کہ افغانستان کو تنہا کرنا دنیا کے مفاد میں نہیں۔ دنیا کو یہ بھی یاد دلایا کہ 'گزشتہ 20 سالوں میں کس طرح افغان عوام نے بدعنوان سیاسی نظام کے ہاتھوں نقصان اٹھایا۔ (جس کی ذمہ داری جارح عالمی قوتوں پر ہے!) سرکاری ملازمین تنخواہوں تک سے محروم رکھے گئے۔ قوم نے غیر ممالک کے ہاتھوں مسلط جنگوں کی اذیت سہی۔ یہ 40 برس میں پہلا موقع ہے کہ برسراقتدار حکومت واضح سیاسی ڈھانچے اور ایک متحد منظم کمانڈ تلے پورے ملک پر حکمران ہے۔ مختلف النوع طبقوں کی طاقت کے الگ الگ جزیرے نہیں ہیں! حکمرانی میں شفافیت ملاحظہ ہو۔ عوام کو دھوکا دینے، دھیان بٹانے کا کوئی تصور نہیں۔''

نگاہ بلند سخن دلنواز جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(14 اکتوبر تا 19 اکتوبر 2021ء)

منگل (5 اکتوبر) کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں شرکت کی۔ بعد ازاں شام کو کراچی روانگی ہوئی۔

بدھ، جمعرات و جمعہ کو (خطاب جمعہ سمیت) معمول کی مصروفیات رہیں۔

ہفتہ (09 اکتوبر) کو حیدر آباد روانگی ہوئی جہاں بعد نماز عشاء ''نبی اکرم ﷺ کا مقصد بعثت'' کے عنوان پر خطاب فرمایا۔

اتوار (10 اکتوبر) کو صبح 09:30 بجے سے ظہر تک حلقہ حیدر آباد کے ذمہ داران اور پھر تمام رفقاء کے ساتھ سوال و جواب کی نشست، تذکیری گفتگو اور بالمشافہ بیعت کا اہتمام ہوا۔ بعد نماز عصر لطیف آباد میں چند احباب سے ملاقات ہوئی۔ بعد نماز مغرب لطیف آباد میں ایک مسجد میں سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر خطاب فرمایا۔ نماز عشاء کے بعد حیدر آباد سٹی کے علاقہ میں ایک مسجد میں ''نبی اکرم ﷺ سے ہمارا تعلق'' کے عنوان سے خطاب فرمایا۔

سوموار (11 اکتوبر) صبح 8 بجے سے 9:30 بجے تک چند علماء سے ملاقات رہی۔ 9:30 سے 11:30 تک 3 بزرگ رفقاء کی اُن کے گھروں پر جا کر عیادت فرمائی۔ اسی روز بعد نماز ظہر اسراء یونیورسٹی میں سیرت النبی ﷺ پر بیان ہوا جس کے بعد کراچی روانگی ہوئی۔ اس دورہ میں نائب ناظم اعلیٰ جنوبی پاکستان نعمان اختر بھی ہمراہ رہے۔

جمعرات (14 اکتوبر) کو مرکزی مجلس عاملہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (15 اکتوبر) کو مسجد شادمان کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔

ہفتہ (16 اکتوبر) کو رات لاہور آمد ہوئی۔

اتوار (17 اکتوبر) صبح کو حلقہ گوجرانوالہ جانا ہوا۔ وہاں صبح 09:00 تا 11:00 بجے حلقہ گوجرانوالہ کے رفقاء سے ملاقات، سوال و جواب، بیعت مسنونہ اور تذکیری گفتگو کا اہتمام ہوا۔ بعد ازاں وقفہ حلقہ کے ذمہ داران سے ملاقات کی۔ بعد نمازِ ظہر عوامی پروگرام میں ''سیرت النبی ﷺ'' کے حوالے سے خطاب ہوا۔ بعد نمازِ عصر سیالکوٹ کے لیے روانگی ہوئی۔ عشائیہ اور بعد نمازِ عشاء ''پیغام سیرت المصطفیٰ ﷺ'' کے عنوان پر عمومی خطاب ہوا۔ رات گجرات واپسی ہوئی۔

سوموار (18 اکتوبر) بعد نمازِ فجر مختصر درسِ قرآن مجید ہوا۔ پھر 8:00 تا 10:30 بجے مبتدی و ملتزم تربیتی کورسز میں مشترکہ لیکچرز ہوئے۔ بعد ازاں پھالیہ کے ایک بنکویٹ ہال میں دن 12 بجے ''سیرت النبی ﷺ'' کے حوالے سے خطاب ہوا۔ بعد نماز ظہر پھالیہ سے گجرات واپسی ہوئی۔ بعد نمازِ عصر مبتدی و ملتزم تربیتی کورسز میں مشترکہ لیکچر ہوا۔ بعد نمازِ عشاء 08:00 تا 09:30 بجے ربیع الاوّل کی مناسبت سے عوامی پروگرام میں ''پیغام سیرت المصطفیٰ ﷺ'' کے عنوان پر عمومی خطاب ہوا۔ وہاں سے فراغت کے بعد رات 09:45 بجے کے قریب لاہور واپسی کے لیے روانہ ہوئے۔

منگل (19 اکتوبر) مرکز میں نائب امیر کے ہمراہ ناظم شعبہ تربیت سے ان کے شعبہ کے حوالے سے ملاقات رہی۔ بعد ازاں ناظم اعلیٰ اور نائب ناظم اعلیٰ برائے تنظیمی امور سے شعبہ نظامت کے حوالے سے ملاقات کی۔ اس موقع پر نائب امیر بھی موجود رہے۔

غلبۂ اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ نومبر 2021ء
ربیع الثانی ۱۴۴۳ھ

مشمولات

☆ ثنائے خواجہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — ایوب بیگ مرزا
☆ تیس دجال، دجالی فتنہ اور دجالِ اکبر — ڈاکٹر اسرار احمدؒ
☆ ذکر اللہ کی فضیلت اور حقوق العباد کی سنگینی — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ ”رحمۃ للعالمین“ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — احمد علی محمودی
☆ ہماری زبان، ہماری پہچان — مولانا عبدالمتین
☆ علمِ تفسیر کے مآخذ — پروفیسر حافظ محمد قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ”بیان القرآن“ باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 40 روپے ☆ سالانہ زرِ تعاون (اندرون ملک) 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، آپ کے مقصد بعثت، اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآنی تصور، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف گوشوں، خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے انقلابی پہلو جیسے علمی و عملی موضوعات پر 9 کتابوں کا مجموعہ

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم

از ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

اشاعت خاص (مجلد):
امپورٹڈ آفسٹ پیپر، قیمت: 600 روپے

اشاعت عام (پیپر بیک):
امپورٹڈ بک پیپر، قیمت: 350 روپے

دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ

516 صفحات پر مشتمل فکر انگیز تالیف

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون: 3-042-35869501
maktaba@tanzeem.org

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، ایم فل بائیوٹیکنالوجی، قرآن اور عربی گرامر کورس، قد "6.'5، طلاق یافتہ، کے لیے دینی مزاج کے حامل، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی قابلِ ترجیح۔
برائے رابطہ: 0300-8884934

☆ اسلام آباد میں مقیم ملتزم رفیق کو اپنی بیٹی، عمر 24 سال باحجاب تعلیم بی بی اے (جاری) کے لیے دیندار گھرانے سے ایسا رشتہ درکار ہے جو معاشرے میں رائج غیر شرعی رسومات سے کلی طور پر اجتناب کرتا ہو۔
برائے رابطہ: 0301-5322893

دعائے صحت کی اپیل

☆ حلقہ لاہور غربی کے دیرینہ رفیق تنظیم منظور احمد چودھری سخت علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَذْھِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا

دعائے مغفرت
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ لاہور غربی کے ناظم رابطہ محمد بن عبدالرشید رحمانی کی صاحبزادی وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0321-4749205

☆ حلقہ بہاولنگر، ہارون آباد غربی کے ملتزم رفیق اشفاق احمد ظفر کی تائی جان وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0333-6311260

☆ حلقہ بہاولنگر، ہارون آباد شرقی کے ملتزم رفیق ملک خالد محمود کے سسر وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0345-7059867

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Powell: Hero or global war criminal?

Will Colin Powell be remembered as America's hero or as a war criminal? Since his death on October 18, there appears to be a rush to profile him as a warm-hearted family man who, against all odds, rose to unimaginable heights within the US empire. His black background is quoted as proof of success and used to shield him from criticism under the rubric of racism even as he served the Empire's quest for global domination. Barack Obama has similarly been lionized because he was the first black president of the United States. His policies toward people of color worldwide were no less vicious than any white president!

Ignored in the adulation of a war criminal was the fact that in 1991, Powell was the chairman Joint chiefs of staff when he ordered the massive bombing of Iraqi forces fleeing from Kuwait (whose occupation had led to the first Gulf War against Saddam Hussain's regime).Tens of thousands of Iraqi troops were butchered on the highway heading out of Kuwait. It was dubbed the "Highway of death". At a Washington press conference, when Powell was asked about Iraqi deaths, he tersely replied: "That's one statistic I am not interested in!"

A servant of Empire—an Uncle Tom—was not interested in the coldblooded murder of brown people!If the discourse on his life is selectively cherry picked, it is inevitable that Powell will be mourned as an unblemished 'hero' worthy of being emulated.And shockingly, apart from a few exceptions, many South African media platforms who have elicited comments on Powell ignored the most crucial aspect defining his enormous failure and guilt: his allegation of weapons of mass destruction (WMDs) in Iraq.In other words, to bring the issue of WMDs into sharp focus and his central role in it, Powell was the indisputable purveyor of lies that led to America's destructive war on Iraq in 2003.It was a bloody war promoted on a pack of lies!

Attempts have been made since the claim of WMDs was exposed as an elaborate lie, to argue that it was "intelligence failure" in order to whitewash the entire scandal and to salvage Powell's severely damaged reputation.Pundits who subjected the narrative of "intelligence failure" to intense scrutiny, found that on the contrary, Powell was at the head of an extremely sophisticated campaign of disinformation.

The objective was clear: Destruction of Iraq for the sake of Israel. The predetermined goal of a full-blown war followed by occupation and regime change had nothing to do with WMDs. It had everything to do with the neocons' goal in pursuit of eliminating Arab rulers viewed as impediments in the way of Israel and its future 'ambitions'. In the case of Iraq, Saddam Hussain's usefulness as a faithful lackey had ended and he had to be eliminated, even if hundreds of thousands would die in the process.

Selling the need for war on Iraq required deception.Powell was thus tasked as the chief deceiver whose lies about Saddam possessing WMDs became the center piece of the CIA coordinated plot.The fiction of Iraq posing an imminent threat to American interests and security was sold to the public as well as the wider world.That the false propaganda was successfully bought by US allies was no surprise.But shockingly and to the utter dismay of millions who poured into the streets of various capitals, mainstream media also bought into it.

various capitals, mainstream media also bought into it.

Powell's disgraceful display of fake vials purporting to be "evidence" of mountains of weapons of mass destruction possessed by Saddam, accelerated the hunger for war.The Tony Blair-led British regime was equally committed to George W Bush's war on Iraq, despite being fully aware of the truth about the myth of WMDs.Reports subsequently emerged confirming Blair's satanic role.The nature of America's case for war was aptly summarized in the minutes of a meeting of senior ministers of the British regime on July 23, 2002, the infamous "Downing Street Memo", which observed: "Military action was now seen as inevitable. Bush wanted to remove Saddam, through military action, justified by the conjunction of terrorism and WMDs. But the intelligence and facts were being fixed around the policy."Any fair reading of Powell's central role would dispute the narrative that there was an "intelligence failure" nor would it withstand the slightest scrutiny.

It thus begs the question, why Powell has escaped censure if facts point out that top experts in their respective fields within the US intelligence community had correctly assessed that Iraq did not have WMDs or ongoing WMD programs?Powell was an integral part of the Bush regime's neocons who subverted intelligence for a specific agenda.Policy was not based on intelligence, but the CIA's intelligence products were rather based on the policy.

Though Powell and Donald Rumsfeld died without any worldly accountability for the horrendous war crimes they perpetrated, one hopes that George W. Bush, Condoleezza Rice and other neocons who were the architects of America's illegal wars will face prosecution.

<u>Source</u>: ***An article by Iqbal Jassat; posted by the Media Review Network of Johannesburg, South Africa***

﴿وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ﴾ (الحج:۷۸)

تنظیمِ اسلامی کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

19، 20، 21 نومبر 2021ء

(بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار)

بمقام **مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور**

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

((اَنَا آمُرُکُمْ بِخَمْسٍ، اَللّٰهُ اَمَرَنِیْ بِهِنَّ: بِالْجَمَاعَةِ، وَالسَّمْعِ، وَالطَّاعَةِ، وَالْهِجْرَةِ، وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ)) (مسند احمد و جامع ترمذی)

”میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے:
یعنی جماعت کا، سننے کا، ماننے کا، ہجرت کا اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا“

لہٰذا رضائے الٰہی کے حصول کے لیے

بیعت سمع و طاعت کے مسنون بندھن میں منسلک رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے۔

تفصیلات کے لیے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجیے!

المعلن: ناظم اعلیٰ، تنظیم اسلامی فون: 78-35473375 (042)

Vol. 30 Regd. C.P.L NO. 114 No.41

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore